هو العلی الاعلیٰ

کربلا والوں کے تذکرے بقائے اسلام کے ضامن ہیں

بسلسلۂ مجالسِ عزا

ترقی پسند شیعی دُنیا کے لیے پاکیزہ اُردو ادب کا لافانی شاہکار

جانفروز مرثیوں کا بے مثال انتخاب

مشہور ذاکرین کے بستوں کا ذخیرہ لاجواب

منتخب مرثیے

پاکستان و ہندوستان کے مشہور سوز خواں حضرات سے حاصل کر کے
بیمثال سوز خوانی کے چھبیس ۲۶ مرثیے اس جلد میں طبع کرائے گئے ہیں۔

مُرتّبہ
فدائے عزا شہدائے کربلا ماسٹر سید شریف حسین مرحوم حیدرؔ پانی پتی مرحوم

ناشر
افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور ۱
فون: ۲۲۳۶۸۶

قیمت

تعارف

تقسیمِ ہند سے قبل کم و بیش بتیس ۳۲ سال یہ معمول رہا ہے کہ عزائے سیّدالشہداؑ میں شرکت کرنے اور ماتمی جلوسوں میں خود پڑھنے کے لیے ہر سال مشہور ترین ذاکرین کے بستوں سے منتخب کلام مرتب کرتا تھا اور جملہ مومنین کی سہولت کے لیے شائع کرا دیا کرتا تھا چنانچہ دہلی سے یہ انتخابات برابر شائع ہوتے رہے اور اقصائے ہند میں پہنچتے رہے۔

لیکن

سالہاسال کی کاوش سے جمع کیا ہوا وہ تمام ذخیرہ فسادات کے زمانے میں ضائع ہوگیا۔ ذاکرین اور احباب کے بے حد اصرار پر یہ سلسلہ از سر نو جاری کر رہا ہوں۔

عزاداری کے سلسلے میں

احقر کی تمام کتابیں عقیدت کے ساتھ ترتیب دی گئی ہیں۔ سوز، قطعات، رباعیات، سلام، سوزخوانی کے مرثیے اور قدیم و جدید طرز کے ماتمی نوحوں کی تمام مطبوعات یگانۂ روزگار ہیں۔ یہ عزاداران شہدائے کربلا کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ زینتِ مجالس بھی ہے اور زادِ آخرت بھی۔

احقر

ماسٹر سیّد شریف حسین حیدر پانی پتی مرحوم

فہرست

نمبر شمار	مطلع	صفحہ	نمبر شمار	مطلع	صفحہ
۱	سُونی پڑی ہے نگری مدینے کی بن حسینؑ	۴	۱۴	جب طبل مخالف کی صدا آئی تھی رن سے	۶۰
۲	کوفے میں جو پابندِ بلا ہوگئے مسلم	۷	۱۵	سر ننگے جب حرم گئے دربار شام میں	۶۴
۳	شیعوں میں آجکل یہ قیامت کے روز ہیں	۱۳	۱۶	دی رن کی رضا شاہ نے جب ابن حسنؑ کو	۶۹
۴	عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں	۱۶	۱۷	جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ	۷۳
۵	ہمیشہ گلشن عالم کا ایک حال نہیں	۲۱	۱۸	شیعوں کے گھر عزائے جناب امیرؑ ہے	۷۷
۶	قید سے چھوٹ کے جب سید سجادؑ آئے	۲۳	۱۹	کرب و بلا میں سجدہ گذاروں کی رات ہے	۸۰
۷	جب سراسیمہ وطن سے شہ ابرار چلے	۲۹	۲۰	جب نہر پہ خیام حسینی بپا ہوئے	۸۵
۸	کوفے میں وکیل شہ جن و بشر آیا	۳۴	۲۱	یارب جدا کسی سے کسی کا پسر نہ ہو	۹۰
۹	جب داغ بیکسی نہ سکینہؑ اُٹھا سکی	۳۹	۲۲	حیدرؑ کا خلف خلق میں اعجاز نما ہے	۹۵
۱۰	صغراؑ کے لیے تحفۂ غم لاتی ہے زینبؑ	۴۲	۲۳	ہنگام عصر شاہ کو کیا اضطراب تھا	۱۰۰
۱۱	بدظن جو ہوا آہ یزیدِ ستم ایجاد	۴۸	۲۴	جس دم قلم ہوا سرِ سلطانِ کربلا	۱۰۶
۱۲	یوں بیاں کرتا ہے اک راوی غمگین و حزیں	۵۱	۲۵	مشہور یہ حدیث رسالت مآب ہے	۱۰۹
۱۳	دشمن معاویہ ہوا شاہ حسنؑ کا جب	۵۶	۲۶	یارب کسی کا باغِ تمنا خزاں نہ ہو	۱۱۶

مرثیہ ۱

سُونی پڑی ہے نگری مدینے کی بن حسینؑ   حالت بُری ہے صغرا کے سینے کی بن حسینؑ
کہتی ہے پانی تک نہیں پینے کی بن حسینؑ   سُن لیجیو کہ میں نہیں جینے کی بن حسینؑ
یوں چین آئے کس طرح مجھ ناتواں کو
لِلّٰہ کوئی ملا دے مرے باباجان کو

(۲)

صغرا نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ جب کہا   نانی تب اُس سے کہنے لگی چھاتی سے لگا
میں صدقے جاؤں بیٹھ تو یوں پچھاڑیں کھا   صورت تو اپنی چاند سی مت خاک میں ملا
مت رو کہ تیرا باپ محرم تک آئے گا
گودی میں تجکو لے گا گلے سے لگائے گا

(۳)

پھر بولی وہ فراق کی ماری یہ سنتے ہی   نانی ہیں کتنے روز محرم کے نانی جی
تب وہ حساب کر کے دنوں کا یہ بول اُٹھی   ذالحجہ کی آج نویں ہے تاریخ اے بچی
گو سب کے دل جُدائی سے اُس شہ کی سوز ہیں
گھبرا نہ تو کہ چاند کے اکیس ۲۱ روز ہیں

(۴)

یہ سنتے ہی دنوں کا وہ کرنے لگی شمار ۔۔۔ اکیس دن کب ہوں گے اے میرے کردگار
تاریخ دس ہوئی تو وہ بولی بے قرار ۔۔۔ کب ہوگا چاند محرم کا آشکار

داخل وطن میں آن کے بابا امام ہوں
جلدی یہ بیس روز الٰہی تمام ہوں

(۵)

صغرا کو انتظار میں ہر دم گزرتی تھی ۔۔۔ عیدالضحٰے کی بھی اُسے مطلق خبر نہ تھی
دن عید کے وہ میلے ہی کپڑوں میں تھی کھڑی ۔۔۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ٹوپی تھی پھٹی

آپس میں ساری خلق بغل گیر ہوتی تھی
یہ گھر اجاڑ دیکھتی تھی اور روتی تھی

(۶)

کپڑے پہن پہن کے محلے کی لڑکیاں ۔۔۔ آ اُس کے پاس کرتی تھیں اس طرح سے بیاں
پوشاک پہنو بی بی نہ آنسو کرو رواں ۔۔۔ دن آج عید کا ہے کرو دل کو شادماں

کپڑے بھی پہنے ہم نے خوشی بھی ملی ہیں
دیکھو ہمارے گھر سے یہ عیدی ملی ہیں

(٧)

صغرا نے یوں کہا کہ رہو تم سدا خوشی　　آباد تم رہو ہے تمہاری بجا خوشی
دکھلائے دن یہ دل تمہیں زیادہ خدا خوشی　　بابا ہمارے سر پہ نہیں ہم کو کیا خوشی
تاریک اب تو عید ہماری نظر میں ہے
عیدی کا دینے والا ہمارا سفر میں ہے

(٨)

پہلے جو عید گزری مدینے کے درمیاں　　بابا نے دی تھی کانوں میں یہ مجھکو بالیاں
دیکھو ہمارے کانوں میں ہیں اب تلک عیاں　　اب کیسی عید آئی نہیں سر پہ بابا جاں
یہ عید آج کی میرے دل سے بعید ہے
بابا مرے ملیں تو بہت مجھکو عید ہے

(٩)

فرقت کی ماری صغرا بیاں یہ جو کرتی تھی　　غمگیں ہو کے لڑکی وہ ہر اک چلی تھی
اکیس[٢١] دن گزر گئے اسی حالت میں صغرا کی　　تب پھر ہوا نمود محرم کا چاند بھی
صغرا وہ چاند دیکھ کے کرنے لگی وہ بین
اب آجکل میں آتا ہے بابا مرا حسینؑ

(۱۰)

خوشنودی سی جو بچی کے دل میں سما گئی　　بعد اسی خوشی میں دسویں محرم کی آ گئی
فریاد کر کے بابا کو وہ بلبلا گئی　　نانی کے پاس کہنے وہ پھر بتلا گئی
لو آج بیکلی ہے پڑی میرے سینے میں
اب تک کبھی بابا جان نہ آئے مدینے میں

مرثیہ ۲

کوفے میں جو پابندِ بلا ہو گئے مسلم　　اور مورد بیداد و جفا ہو گئے مسلم
بچوں سے بھی غربت میں جدا ہو گئے مسلم　　ان صدموں سے مشتاقِ قضا ہو گئے مسلم
ہر روز مسافر کے لیے در بہ دری ہے
ہر شام کو عمر اُن کی چراغِ سحری ہے

(۲)

وارد ہوئے ناگاہ درِ طوعہ پہ ششدر　　تسبیح بہ کف ذکرِ خدا میں تھی وہ در پہ
حضرت نے کہا خشک زباں اپنی دکھا کر　　نذرِ پسرِ فاطمہؑ اک پانی کا ساغر
احسان کر اللہ و پیمبر کا تصدق
پانی دے مجھے ساقیٔ کوثر کا تصدق

(۳)

طوعہ گئی اور جام لبالب دیا لا کر   حضرت نے پیا بیٹھ کے دروازے کے اوپر
پھر کوزے کو وہ رکھ کے جو یہاں آئی پلٹ کر   دیکھا کہ ہیں بیٹھے ہوئے زانو پہ دھرے سر
طوعہ نے کہا شہر میں کیا گھر نہیں تیرا
یہاں گھر نہیں رکھتا کوئی یاور نہیں تیرا

(۴)

یہ سنتے ہی طوعہ سے لگے کہنے وہ رو کر   گھر ہوتا تو ہم کاہے کو یوں بیٹھتے در پر
یہاں میرے لیے فکر کسے ہوئیگی خواہر   زینبؑ ہے نہ بانو ہے نہ زوجہ ہے نہ دختر
شبیرؑ جدا مجھ سے ہیں عباسؑ جدا ہیں
اک ہم تن تنہا یہاں محبوسِ بلا ہیں

(۵)

حیرت ہوئی طوعہ کو یہ بولی وہ حق آگاہ   شبیرؑ ترا کون ہے اے بندۂ اللہ
رو کر کہا سردار ہیں آقا ہیں شہنشاہ   وہ بولی کہ کیا آیا تھا مسلمؑ کے تو ہمراہ
شرما کے کہا وہ وطن آوارہ ہمیں ہیں
مسلمؑ جسے کہتے ہیں وہ بے چارہ ہمیں ہیں

(۶)

ناگاہ پسرِ طوعہ نے یہ تذکرے سُن پائے　　کچھ شب تھی کہ حاکم کو خبر اُس نے یہ دی ہائے

کی فکر شقی نے کہیں گھر بار نہ لُٹ جائے　　مسلم مرے گھر میں ہے کوئی جا کے پکڑ لائے

حاکم نے کہا تو ہی کمر باندھ کے جائے

ہاں صبح نہ ہو پیدا کہ مسلم کا سر آئے

(۷)

لشکر کی ہوئی خانۂ طوعہ پر چڑھائی　　مسلم نے یہاں جائے نماز اپنی بچھائی

ہمسائیوں کو طوعہ نے یہ آواز سنائی　　مہماں مرا مرنے کو جاتا ہے دہائی

گھر طوعہ کا گھبرا گیا مہماں کی خاطر

چو گرد یہ انبوہ ہے اک جان کی خاطر

(۸)

کب سنتے تھے طوعہ کی دہائی وہ جفا کار　　مظلوم پہ بے کس پہ برسنے لگی تلوار

پر دبدبہ یہ تھا کہ نہ پاس آتے تھے کفّار　　آخر کو پکارے یہ دغا سے یہ ستمگار

پھر لڑنا ذرا پوچھ لو بھائی کی خبر کو

وہ ناقہ سوار آیا ہے یثرب سے اِدھر کو

(۹)

مدت سے سُنا تھا جو نہ حال شہ والا پہ سُنتے ہی بے ساختہ تلوار کو روکا
پر منہ کو پھیرتے ہی اجل نے کیا لقمہ برچھی تو کلیجے میں تھی برچھی میں کلیجہ
مُنہ سُوئے نجف کرکے کہا اپنے چچا سے
مظلوم بھتیجے کو تیرے مارا دغا سے

(۱۰)

پھر اس طرح شبیر کو مسلم یہ پکارے کعبے میں ہو یا راہ میں صدقے ہیں تمہارے
اب کٹتا ہے سر لوگ تماشائی ہیں سارے دیکھو مرے آقا مرے حسرت کے نظارے
اعجاز سے پردے مری آنکھوں سے اُٹھاؤ
یا سبطِ نبی آخری دیدار دکھاؤ

(۱۱)

کوفے کی زمین نے سر رفعت کیا پیدا اور ساری زمینوں میں ہوا زلزلہ پیدا
چلنے سے رُکا راہ میں اسپ شہ والا اور تھم گئے سب معہ شُترِ ثانیٔ زہراؑ
ہاتف نے ندا دی یہ پیمبر کے خلف کو
یا سبطِ نبی دیکھئے کوفے کی طرف کو

(۱۲)

کوفے کی طرف شاہ نے چہرے کو پھرایا　　سیدانیوں نے محملوں سے پردہ اُٹھایا
اللہ نے مسلم کا جمال ان کو دکھایا　　بیٹھا ہوا تلوار کے نیچے انہیں پایا

پیہم تھی فضاؤں میں صداہائے اسی کو
یہاں فاطمہؑ روتی ہے وہاں روحِ علی کو

(۱۳)

چہروں پہ طمانچے حرم شہ نے لگائے　　ملنے کے لیے ہاتھ رُقیہ نے بڑھائے
چلائی کہ لو اماں وہ بابا نظر آئے　　سب کہتے تھے بابا نے وہاں شہر بسائے

نے فرش پہ نے سایۂ دیوار کے نیچے
بابا تو مرے بیٹھے ہیں تلوار کے نیچے

(۱۴)

کیا روتے ہو لوگو مرے بابا کو پکارو　　لیجا کے رُقیہ کو پدر پر کوئی وارو
زینبؑ پھوپھی اُشتر سے مجھے جلد اُتارو　　زینبؑ پھوپھی اُشتر سے مجھے جلد اُتارو

بھیا علیؑ اکبر یہ بہن تیری بلالے
لونڈی ہوں میں تیری مرے بابا کو بچالے

(۱۵)

قاتل نے لگائی سرِ مسلم پہ جو شمشیر   سرکٹ کے پکارا میں فدائے سرِ شبیرؑ
کوٹھے سے گرایا جو تنِ مسلم دلگیر   یا حیدرؑ کرار کہا اور کہی تکبیر
قطرے تو گرے خون کے دامانِ علیؑ میں
سر گود میں زہراؑ کی تن آغوشِ علیؑ میں

(۱۶)

سر پیٹنے کی جا ہے گرا جبکہ وہ لاشہ   میں کیا کہوں اک ایک نے دی لاش کو ایذا
پھر لاش کے پاؤں میں غرض رسی کو باندھا   موجود تھے حاکم کی طرف سے وہاں اعدا
پہلے اُسے دربار ستمگار میں لائے
پھر کھینچتے ہر کوچہ و بازار میں لائے

مرثیہ ۳

شیعوں میں آجکل یہ قیامت کے روز ہیں   دنیا سے بوترابؑ کے رخصت کے روز ہیں
یارو سروں کو پیٹو یہ حسرت کے روز ہیں   رو لو کہ یہ علیؑ کی شہادت کے روز ہیں
تیغِ الم ہے اور جگر اہلِ بیتؑ کا
ماتم سرا ہے آج سے گھر اہلِ بیتؑ کا

(۲)

یہ آبروئے حیدرؑ کرار ہائے ہائے — یہ قہر اور زاہد و ابرار ہائے ہائے

وہ ظلم وقتِ طاعتِ غفار ہائے ہائے — وہ زہر میں بجھی ہوئی تلوار ہائے ہائے

وہ ضرب اور وہ سر اسدِ کردگار کا

وہ جا نماز اور وہ لہو روزے دار کا

(۳)

وہ زہر کا اثر وہ سراپا پر ورم — ہر چند دل میں تاب و تواں ہے نہ ہے تن میں دم

رانڈوں کی فکر فرقتِ اولاد کا الم — اب بھی وہی سخا ہے وہی ہمت و کرم

آیا جو شیر سرور عادل کے واسطے

بھجوا دیا حضور نے قاتل کے واسطے

(۴)

چشمِ علیؑ سے اشک بہے تین روز تک — کیا کیا کلام یاس کہے تین روز تک

فاقوں کے رنج دل پہ سہے تین روز تک — جیسے حسینؑ غم میں رہے تین روز تک

ہچکی لگی ہوئی ہے امام سعید کو

حسرت سے دیکھتے ہیں حسینؑ شہید کو

(۵)

کہتے ہیں گہ حسنؑ مرے دلدار الوداع　　اے نورِ عین احمد مختار الوداع
سونپی تمہیں رسولؐ کی سرکار الوداع　　ہے ہے مرے غریب و بیکس و ناچار الوداع
اس کا لحاظ چاہیئے تم کو کہ خورد ہے
بیٹا مرا حسینؑ تمہارے سپرد ہے

(۶)

پھر بولے اے حسینؑ کلیجہ فگار ہے　　عباسؑ کے الم سے جگر بیقرار ہے
میں کیا کہ اس پہ احمد و زہراؑ کا پیار ہے　　بیٹا یہ لال تم پہ فدا ہے نثار ہے
اب آپ کے سپرد مرا لالہ فام ہے
بھائی نہ جانیو یہ تمہارا غلام ہے

(۷)

بیشک وفا شعار ہے میرا یہ گلعذار　　اک دن عَلَم اٹھائے گا رن میں دلفگار
سقہ بنے حیدرِ صفدر کا یادگار　　میری طرف سے پیار بھی کیجو پدر نثار
ہم نے تجھے وکیل کیا پیار کے لیے
دریا پہ ہم بھی آئیں گے دیدار کے لیے

(۸)

یہ کہتے کہتے شیعوں کے غمخوار مر گئے　　غل پڑ گیا کہ دین کے سردار مر گئے
لو مومنو تمہارے مددگار مر گئے　　ماتم کرو کہ حیدرؑ کرار مر گئے
احمد کے اہلبیت کا اس غم میں ساتھ دو
اپنے حسنؑ حسینؑ کا ماتم میں ساتھ دو

(۹)

کیونکر بیان کیجئے وہ حشر کا سماں　　بارہ پسر تڑپتے ہیں اور چار بیٹیاں
ہر سُو کہیں بُکا کہیں شیون کہیں فغاں　　سر پیٹ کر یہ زینبؑ ناشاد کا بیاں
بابا اخیر شب میں ارادہ کدھر کیا
ہے ہے مہ صیام میں عزم سفر کیا

(۱۰)

لوگو کوئی بتاؤ کہ حیدر کدھر گئے　　روزے پہ روزہ رکھ کے جہاں سے گزر گئے
بابا مجھے نہ ساتھ لیا کوچ کر گئے　　نانا کے بعد غم یہ اٹھائے کہ مر گئے
چھوٹے سے سن میں مجھ پہ بڑے پیچ پڑ گئے
نانا بھی اماں جان بھی تم بھی بچھڑ گئے

(١١)

بیٹی کو پھر گلے سے لگا لو تو جائیو　　زین العبا کے طوق بڑھا لو تو جائیو
صحت تو ہو چلی نہا لو تو جائیو　　بابا نمازِ عید پڑھا لو تو جائیو
کیوں چپ ہوئے امامِ حجازی جواب دو
در پر پکارتے ہیں نمازی جواب دو

مرثیہ

عالم میں جو تھے فیض کے دریا وہ کہاں ہیں　　جو نورِ خدا سے ہوئے پیدا وہ کہاں ہیں
ہم سب سے جو تھے افضل و اعلیٰ وہ کہاں ہیں　　پیدا ہوئی جن کے لیے دنیا وہ کہاں ہیں
جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدِ مرسل نہ رہے کون رہے گا

(٢)

ہے کل کی ابھی بات کہ آباد تھا یہ گھر　　جس گھر پہ فدا آن کے ہوتے تھے تونگر
وہ مجمعِ احباب وہ دربارِ پیمبر　　وہ فاطمہؑ کا جاہ و حشم شوکتِ حیدرؑ
بے اذن چلا آئے یہ مقدور تھا کس میں
پر آج وہی گھر ہے کہ خاک اُڑتی ہے جس میں

(۳)

جبرئیل امیں خود جسے جھولے میں جھلائیں | کیا گردشِ ایام ہے وہ ٹھوکریں کھائیں
نعمت کے طبق جن کے لیے خُلد سے آئیں | وہ پیاس میں اک بوند بھی پانی کی نہ پائیں

گردش نہ رہی ہے نہ سدا دور رہا ہے
دُنیا کا ہمیشہ سے یہی طور رہا ہے

(۴)

اک دن تھا کہ عشرت کے مہیّا تھے سب اسباب | یا ایک یہ دن ہے کہ خوشی ہوگئی نایاب
وہ وقت وہ آرام وہ ہمدرد وہ احباب | معلوم یہ ہوتا ہے کہ دیکھا تھا کبھی خواب

آج اوروں کے ہم مرنے پہ فریاد کریں گے
کل اور اسی طرح ہمیں یاد کریں گے

(۵)

میداں میں طبلِ جنگ بجاتے تھے اہلِ شام | رانڈوں کو دے رہے تھے تسلی اِدھر امام
غش میں پڑے تھے حضرتِ سجادؑ تشنہ کام | دکھیا بہن حسینؑ کی کرتی تھی یہ کلام

فریاد ہے خدا کی دہائی رسولؐ کی
غربت میں کھیتی لُٹتی ہے اماں بتول کی

(۶)

فرماتے ہیں حسینؑ کہ اے غم کی مبتلا بندے کا دخل کیا ہے جو کچھ مرضئ الٰہ
ٹلتا نہیں ہے خواہش تقدیر کا لکھا تم صابرہ ہو صبر کرو بہر کبریا
میں قتل ہوں یہ خواہش رب جلیل ہے
راضی رضائے حق پہ عبد ذلیل ہے

(۷)

پھر بولے ساتھ کس کا رہا ہے سدا بہن پامال لاکھوں ہو گئے اس دہر میں چمن
ماتم کہیں بپا ہے کہیں کوئی خندہ زن شادی کہیں ہے ہوتی ہے بیوہ کوئی دولہن
کوئی پسر کو دیکھ کے دل شاد ہوتا ہے
غربت میں کوئی بیٹے کی میت پہ روتا ہے

(۸)

خواہر سے کہہ رہے تھے یہ شاہنشاہ ہُدا جو آئے کانپتے ہوئے بیمار کربلا
کی عرض دست بستہ کہ اے فخر انبیاؑ حضرت نے تو ارادۂ ملک بقا کیا
واجب ہے رحم حال پہ محمد تشنہ کام کے
کیا حکم ہے حضور کا حق میں غلام کے

(۹)

فرمایا شہ نے بعد مرے تم امام ہو وارث تمہیں تو عترتِ خیرالانام ہو
دادا کے ورثہ دار تم ہی لا کلام ہو لیکن وہ کام کرنا کہ تا حشر نام ہو
تنہا نہیں ہو سر کا ہمارے بھی ساتھ ہے
پر آبرو حسینؑ کی اب تیرے ہاتھ ہے

(۱۰)

گزرا ہے یہ مشیتِ خالق میں اے پسر ہو جب شہید فاطمہ زہرا کا گلعذار
تب قید ہووے عترتِ محبوب کردگارؐ چادر تلک نہ سر پہ کسی کے ہو زینہار
بلوے میں سر برہنہ ہر اک سوگوار ہو
اونٹوں کی تھامے ہاتھ میں عابدؑ مہار ہو

(۱۱)

تلقین کر رہے تھے یہ شاہنشاہِ ہدا جو آئی طبل جنگ کی میداں سے صدا
شہ نے لباس کہنہ بہن سے طلب کیا دکھیاری بیبیوں میں قیامت ہوئی بپا
پہنا لباسِ مرگ شہ مشرقین نے
گردوں ہلا یا زینبؑ بیکس کے بین نے

(۳)

کہیں ہے عیش و نشاط و سُرور کا ساماں کہیں ہے نزع کا ہنگام اور بند زباں
کہیں تولّدِ فرزند ہے کوئی خنداں جواں پسر کے لیے کوئی رو رہی ہے ماں
کہیں ہے بیاہ رچا جمع سب خدائی ہے
کسی کے گھر میں کسی کی سنائی آئی ہے

(۴)

کسی کے پاس ہے دنیا میں دولت بےحد کوئی ہے نیک زمانے میں اور کوئی بد
کسی کے واسطے تیار ہو رہی ہے لحد مکاں بنانے میں کرتا ہے کوئی جدوکد
کہیں خوشی ہے کسی ماں کی گود بھرتی ہے
کہیں اُجڑتی ہے مانگ اور نتھ اُترتی ہے

(۵)

خزاں کے جور سے اُجڑا ہے گو چمن یکسر مگر بہار میں پھر ہوئیگا یہ تازہ و تر
ہے ایک باغ کہ تیغ خزاں چلی جس پر نہیں اُمید بہار آئے اس میں بار دگر
چمن نہ کوئی زمانے میں یوں لُٹا ہوگا
یقین ہے کہ وہ گلشن نہ پھر ہرا ہوگا

(۶)

وہ کون باغِ ریاضِ رسولِ دوسرا　　خزاں نے لوٹ لیا جس کو آہ وادیلا
مدینہ خالی ہے برباد ہوگیا بطحا　　اکیلے گھر میں ہے بس ایک فاطمہ صغرا
نبیؐ کے روضۂ اقدس کی زیب و زین نہیں
کسے غرض جو کرے روشنی حسینؑ نہیں

(۷)

تمام شہر ہے سنسان مسجدیں ویراں　　نہ دھوم دھام جماعت کی کچھ نہ شورِ اذاں
نہ کوئی پڑھتا ہے قبرِ رسول پہ قرآں　　نہ گل نہ شمع نہ کچھ روشنی کا ہے ساماں
نہیں حسینؑ تو ویران ساری بستی ہے
نبیؐ کے روضے پہ بے وارثی برستی ہے

مرثیہ ۶

قید سے چھوٹ کے جب سید سجادؑ آئے　　اور سب اہلِ حرم بادلِ ناشاد آئے
باپ اور بھائی جو سجادؑ کو وہاں یاد آئے　　قبرِ شہ کی یہ کرتے ہوئے فریاد آئے
اے پدر طول کھنچا اب مری بیماری کا
اُٹھ کے چھاتی سے لگا لیجئے مجھ آزاری کا

(۲)

آپ سے اپنی اسیری کے کہوں کیا حالات　　کھینچا کھینچا میں پھرا اے پدر نیک صفات
قید خانہ میں عجب طرح کے دیکھے آفات　　آپ سے چھٹ کے نہ میں چین سے سویا اک رات
آنکھ گر حالت غش میں کبھی کھل جاتی تھی
کان میں نالۂ زہراؑ کی صدا آتی تھی

(۳)

میں جو پاؤں کا لعینوں کو دکھاتا تھا ورم　　خندہ زن ہوتے تھے چوں زخم لب اہل ستم
لہو تلووں سے ٹپکتا تھا جو میرے پیہم　　ہر قدم لالہ کا نقشہ تھا مرے زیر قدم
کیا کہوں حال تھا جیسا کہ مری گردن کا
طوق گویا تھا گلے میں ستّر من کا

(۴)

تیوراتے تھے ہر اک گام پہ اے بابا امام　　بید کی طرح سے لرزتا تھا سب اندام
رگڑے دیتی تھی ہتھیلی کو جو اونٹوں کی زمام　　صورت پنجۂ مرجاں تھے مرے ہاتھ تمام
جھٹکے زنجیر کو جب فوج ستم دیتی تھی
ناتوانی مرا تب ہاتھ پکڑ لیتی تھی

(۵)

ماں پھوپھی میری جو ہر ایک تھی زہرا ثانی — بلوے میں دیکھا تھا ان کی میں سر عریانی
گود میں آ نہیں سکتی تھی سکینہ جانی — اونٹ پر کہتی چلی جاتی تھی پانی پانی
شمر جب گھڑکیاں اُس لاڈلی کو دیتا تھا
میرا بس کچھ نہیں چلتا تھا میں رو دیتا تھا

(۶)

مرقدِ شاہ پہ یہ کرتے تھے عابدؑ تقریر — گر پڑی آکے جو اُس لاش پہ زینبؑ دلگیر
رو کے چلانے لگی اے مرے بھائی شبیرؑ — قید سے چھوٹ کے آئی ہے تمہاری ہمشیر
پیارے حال کچھ اپنی بہن کا پوچھو
سختیاں قید کی اور رنج رسن کا پوچھو

(۷)

پائنتی قبر کے بانو یہ لگی کرنے بیاں — میرے وارث مرے صاحب میں تمہیں ڈھونڈوں کہاں
آپ کے بعد پھنسی قید بلا میں شاہ زماں — در بدر شام کی بستی میں پھری سر عریاں
بہر خدمت نہ مجھے پاس بلایا تم نے
اپنی لونڈی کو بھی ایسا ہے بھلایا تم نے

(۸)

خالی خیمے میں جو تھی مسندِ شبیرؑ بچھی بیچ میں خون سے آلودہ دھری تھی پگڑی
اور دھری تھی پسرِ حمزہؑ و شمشیرِ علیؑ خالی مسند پہ نظر پڑ گئی جب زینبؑ کی
لے کے مسند کی بلائیں یہ پکاری زینبؑ
بھائی کی خوں بھری دستار کے واری زینبؑ

(۹)

تھام کر دل کو یہ سجادؑ لگے کرنے کلام مرقدِ شاہ پہ استادہ ہوں حضرت کے خیام
ساربانوں نے سنا جبکہ یہ ارشادِ امام سنتے ہی خیمۂ سرورؑ کئے استادہ تمام
داخلِ خیمہ ہوئے جبکہ حرم سرورؑ کے
بین کرنے لگی سب خاک سے منہ بھر کے

(۱۰)

خیمے میں کر رہی تھی زینبؑ معزونؑ بیاں ڈیوڑھی پہ سجادؑ تھے مشغول فغاں
تھے کئی قوم کے مقتل سے جو نزدیک مکاں آئے تھے خدمتِ سجادؑ میں سب خورد و کلاں
کبھی شبیرؑ کی مظلومی کا غم کھاتے تھے
کبھی بیٹھے ہوئے سجادؑ کو سمجھاتے تھے

(۱۱)

دیکھا عابدؑ نے ہوئی رونے سے فرصت جو ذرا　بیلچا کوئی لیے سامنے ششدر ہے کھڑا
مثلِ آئینہ ہے صورت کی طرف دیکھ رہا　اُس کو سجادؑ نے نزدیک بُلا کر پوچھا
کون ہے تو جو یہ حیرت کی فراوانی ہے
اے جواں تجھکو یہ کس امر میں حیرانی ہے

(۱۲)

عرض کی اُس نے میں رکھتا ہوں زراعت اس جا　قوم اولادِ اسد سے ہوں میں اک عبداللہ
پاسباں میں تو زراعت کا ہوں ہر صبح و مسا　میں نے دیکھے ہیں اس عرصے میں عجائب کیا کیا
تھوڑی سی فوج سے پہلے تو یہ سرور آیا
اُس سے لڑنے کے لیے شام کا لشکر آیا

(۱۳)

اب بیاں کیا کروں کیسی تھی وہ تھوڑی سی سپاہ　خوب ہی فوج تھی اور خوب تھا اُس فوج کا شاہ
کچھ جواں اور کئی طفل تھے ایسے ہمراہ　جس کی تصویر سے ہو جائے خجل صورت ماہ
گرچہ اُس فوج میں اسوار بہت تھوڑے تھے
بُوئے گُل تھے وہ جواں مثلِ صبا گھوڑے تھے

(۴)

یہ تو اِس کوچ سے اب ہوگیا صغرا کو یقین — باپ کے ہاتھ کی مٹی مری قسمت میں نہیں
سب کو بابا نے مرے سامنے اسواریاں دیں — مجھکو تابوت ہی چھوٹا سا منگا دیں شہ دیں
بعد مرنے کے لب گور جو جائے صغرا
باپ کے ہاتھ کا تابوت تو پائے صغرا

(۵)

ہائے اب میں ہوں تنہائی ہے اور سونا گھر — نہ خبر مجھکو تمہاری نہ تمہیں میری خبر
دل کے بہلانے کو تم سب کے ہیں بھیا اصغر — خالی جھولے سے میں ٹکراؤں گی یہاں اپنا سر
اُلفتیں دیکھ کے ایک ایک کی میں سیر ہوئی
ہائے اللہ مری موت کو کیوں دیر ہوئی

(۶)

میں نے چاہا تھا کہ دکھلاؤں حال اپنا زبوں — جاؤں در پر بھی نہ رخصت کے لیے میں مجبور
پھر یہ سوچا کہ حقیر اور بھی کیسے میں رہوں — بات ہی جب نہ کوئی پوچھے تو کس سے روٹھوں
متوجہ جو کسی کو میں نہیں پاتی ہوں
آپ ہی روٹھتی ہوں آپ ہی من جاتی ہوں

(۷)

کہتے کہتے یہ گری خاک پہ صغرا ناگاہ سمجھے سب مرگئی وہ بولے کہ انّا للّٰہ
پردہ محمل کا اُٹھا بانو پکاری یا شاہ نامبارک ہے سفر مرگئی بیٹی مری آہ
کیا صغرا نے سفر میں نہ سفر جاؤں گی
چھوڑ کے بیٹی کی میّت میں کدھر جاؤں گی

(۸)

اُترے روتے ہوئے گھوڑے سے امام خوشخو اور کہا کہہ دو ابھی کوچ کا نقارہ نہ ہو
گود میں بیٹی کو لے کر کہا بی بی بولو دیکھ کر نبض دھرا ہاتھ کو دل پر رو رو
غش سے صغرا کے جو سب بیبیوں کو سکتا تھا
رو کے اصغر بھی بس ایک ایک کا منہ تکتا تھا

(۹)

ہوش میں آئی جو صغرا تو کیا شہ نے مقال اس نقاہت پہ مری جان سفر کا ہے خیال
بولی وہ میں بھی تو یہی کرتی ہوں سوال چھوڑ دو تنہا اُسے تم گھر میں ہو جس کا یہ حال
بعد اگر آپ کے جانے کے غش آنا مجکو
کون اس پیار سے گودی میں اُٹھاتا مجکو

(۱۰)

چاند کے ٹکڑے چلے ہیں کئی ہمراہ حضور　　چشمِ بد دُور کہ ہے راہ کا خطرہ مشہور
وقت پر چاہیے کچھ ان کے تصدق کو ضرور　　صدقے ہونے کے لیے چلتی ہے صغرا رنجور
جس پہ تم چاہیو اس پر مجھے قرباں کرنا
لیکن اصغر پہ فدا کرنا تو احساں کرنا

(۱۱)

رو کے بانوؑ نے کہا میں تری غربت کے فدا　　گر کہو اونٹ سے اب اُتروں میں بےکس دکھیا
ہاتھ باندھوں میں ترے پاؤں پڑوں اے صغراؑ　　پھر ملوں یا نہ ملوں تم نہ ہو مادر سے خفا
راہ بھر جاؤں گی روتی تری خاطر صغرا
پہلی منزل ہی میں ہو جاؤں گی آخر صغرا

(۱۲)

ماں کی آغوش میں وہاں پی رہا تھا دودھ اصغرؑ　　سُن کے بیمار کی آواز وہ ہمکا رو کر
کی ہر اک سمت کو الفت بھری آنکھوں سے نظر　　کہا صغرا نے ادھر دیکھو کھڑی ہوں میں ادھر
سہمے سہمے ہوئے کچھ تم نگراں ہوتے ہو
میری آنکھوں کا لہو بہتا ہے کیوں روتے ہو

(۱۳)

الوداع اے مرے ننھے سے مسافر ناداں   الوداع اے مرے مظلوم میں تجھ پر ہوں فدا
آج ہی منہ پہ ہے پردیسوں کی ساری شان   مسکرانا نہ اشارہ نہ ہمکنا اس آن
میرے بھولے مرے پیارے مرے کمسن بھائی
گھٹنیوں بھی نہ چلے گھر میں تم اک دن بھائی

(۱۴)

پھر یہ زینبؑ سے کہا راتوں کو میں تڑپوں گی   جلد تم لاؤ گی بابا کو تو میں لونڈی ہوں گی
ہاں پھوپھی اپنے پدر کو میں تمہیں سے لوں گی   وہ پکاری جو خدا چاہے گا تو ہاں دوں گی
وعدہ اس کا تو نہیں تم سے کئے جاتی ہوں
پر فدا کرنے کو دو بیٹے لیے جاتی ہوں

(۱۵)

اس طرح ہوتی تھی ایک ایک سے رخصت بیمار   کہ بجا کوچ کا نقارہ ہوئے شاہ سوار
در دولت سے بڑھی آگے سواروں کی قطار   ناگہاں آئی صدا ایک طرف سے اک بار
سمجھو اب خاتمۂ پنجتن پاک ہوا
سُنی جس جس نے وہ آواز جگر چاک ہوا

مرثیہ ۸

کوفے میں وکیلِ شہ جن و بشر آیا　　اک شور ہوا مسلم عالی گہر آیا
کعبے کی طرف سے خضر نامہ بر آیا　　اب راہ پہ بخت آیا کہ یہ راہ بر آیا
اب چشمۂ ایماں پہ پہنچ جائیں گے پیاسے
گھر بیٹھے ہمیں خضر ملے فضلِ خدا سے

(۲)

اب لکھتے ہیں یوں واقعۂ مسلم ذیجاہ　　پچیس (۲۵) ہزار آئے تھے بیعت میں کہ ناگاہ
وارد ہوا وہاں مثلِ بلا ابنِ زیاد آہ　　وارد ہوا وہاں مثلِ بلا ابنِ زیاد آہ
ہاں سب ہوں مشرف مری بیعت کے شرف سے
حاکم ہوں میں یہاں شام کے حاکم کی طرف سے

(۳)

مسلم کو جگہ دے گا جو گھر میں وہ گنہگار　　زندہ ابھی چُن دوں گا میں اس کو تہ دیوار
اور بیعتِ شبیرؑ کا ہوگا جسے اقرار　　میں ہاتھ سے اپنے کھینچوں گا سرِ دار
مسلم پہ جفا وہ کروں حاکم کی مدد سے
جو فاطمہؑ روتی ہوئی یہاں آئے لحد سے

(۴)

مسلم نے بھی یہ سُن لیا بعضوں کی زبانی　　جُز خانۂ ہانی نہ پناہ اور کہیں جانی
ہانی کو یہ ایماں کا مِلا گنجِ نہانی　　پھر محفلِ حاکم میں طلب ہو گیا ہانی
بس آ گیا بے رحم زد و کُشت کے اوپر
دُرّے کئی سو مارے گئے پُشت کے اوپر

(۵)

وہ کہتا تھا مسلم کو ابھی تجھ سے میں لوں گا　　ورنہ میں تجھے قتل اسی آن کروں گا
یہ کہتا تھا سر دوں گا پہ مسلم کو نہ دوں گا　　اس امر پہ راضی نہ ہوا ہوں نہ میں ہوں گا
مسلم کا پتہ کافر و ظالم کو بتا دوں
ہو جاؤں جو میں خاک تو مسلم کو چھپا دوں

(۶)

اک دوست تھا ہانی سو ہوا قید وہ غمخوار　　پھر رکھنے کا گھر میں نہ ہوا کوئی روا دار
فاقوں سے جو لغزش تھی قدم کو دمِ رفتار　　چپکے سے یہ کہتے تھے کہ یا حیدرِ کرار
ہر کوچے میں غل تھا کوئی غیر آنے نہ پائے
ہاں پیچیو مسلم کو کہیں جانے نہ پائے

(۱۳)

ناگہ پسرِ طوعہ نے یہ تذکرے سُن پائے کی فکر شقی نے کہیں گھر بار نہ لٹ جائے

کچھ شب تھی کہ حاکم کو خبر اُس نے یہ دی ہائے مسلم مرے گھر میں ہے کوئی جا کے پکڑ لائے

دی اس نے ندا فوج کمر باندھ کے آئے

ہاں صبح نہ پیدا ہو کہ مسلم کا سر آئے

(۱۴)

لشکر کی ہوئی خانۂ طوعہ پہ چڑھائی مسلم نے وہاں جائے نماز اپنی بچھائی

ہمسائیوں کو طوعہ نے یہ بات سنائی مہمان مرا مرنے کو جاتا ہے دہائی

گھر طوعہ کا گھیرا گیا مہمان کی خاطر

چو گرد یہ انبوہ ہے اک جان کی خاطر

(۱۵)

اے شیعوں مسافر کی مدد کرنے کو آؤ اے مومنو حیدرؑ کے بھتیجے کو بچاؤ

قرآن کو دو بیچ میں سوگند بھی کھاؤ یہ کعبے کو پھر جاتا ہے لشکر کو ہٹاؤ

کیوں لڑنے کو سب آتے ہیں کس سے لڑا ہے

بیچارہ مرے حجرے میں فاقے سے پڑا ہے

(۱۶)

پھر تھام لیا مسلم مظلوم کا داماں   کہتی تھی نہ جا میں ترے صدقے ترے قرباں
حاکم کو میں دے دوں گی جواب اے مرے مہماں   لونڈی ہوں میں زہرا کی جو قدموں پہ نہ دوں جاں
مہماں مرے گھر سے نکل کر جو مرے گا
زہرا سے مجھے حشر میں شرمندہ کرے گا

(۱۷)

مسلم نے کہا ضامن جنت ہوں میں تیرا   اے فاطمہؑ کی لونڈی رضا دے پسرِ زہراؑ
پھر دھیان میں بیٹوں کے یہ رو کر ہوئے گویا   پردیسوں بابا نے خدا کو تمہیں سونپا
ہم مر کے یہاں بے کفن و گور رہیں گے
سر کٹ کے بدن پیاروں کے دریا میں بہیں گے

مرثیہ ۱

جب داغ بیکسی نہ سکینہ اُٹھا سکی   اور درد دل نہ خوف کے مارے سنا سکی
کھائے طمانچے شمر کے جب تک کہ کھا سکی   سن کم تھا دکھ بہت تھے نہ برداشت لا سکی
روئی جو ظالموں نے جفا بے شمار کی
آخر یہ جبر دیکھ کے موت اختیار کی

(۲)

گر آہ کی تو شمر پکارا خموش ہو ۔۔۔ اور چپ ہوئی تو بے پدری نے کہا کہ رو
گہہ شدتِ عطش سے پکاری کہ پانی دو ۔۔۔ گہہ یاد کر کے رہ گئی بابا کی پیاس کو
سوئی جو آنسو پونچھ کے چشمِ پُر آب سے
ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ اُٹھ بیٹھی خواب سے

(۳)

دل میں سما گیا تھا جو شمرِ لعین کا ڈر ۔۔۔ سوتے میں بھی جھجک کے یہ کہتی تھی رات بھر
فریاد چھینتا ہے گہر شمر بد گہر ۔۔۔ اماں بچاؤ آتا ہے دُرّہ لیے عمر
زینبؑ پھوپھی بچا لو کلیجہ دھڑکتا ہے
سجاد بھائی دیکھو وہ خُولی گھُرکتا ہے

(۴)

چپ تھی تو چپ تھی بولتی تھی تو ڈری ہوئی ۔۔۔ وہاں شمر آیا تن میں یہاں تھرتھری ہوئی
تھی آہ بلت بات پہ لب پر دھری ہوئی ۔۔۔ گردن کی ریسمان لہو سے بھری ہوئی
دم رُکنے لگتا تھا تو رسن کھول دیتی تھی
باہر جو شمر بولتا تھا باندھ لیتی تھی

(۵)

بن فرش سوتے سوتے جمی پیرہن میں گرد　　رہنے لگا تڑپتے تڑپتے بدن میں درد
دل غم سے جلتے جلتے ہوا زندگی سے سرد　　تھا فاقے کرتے کرتے بدن خشک چہرہ زرد

چلّانا رونا شمر کی دہشت سے چھٹ گیا
یہاں تک گلا بندھا کہ دم آخر کو گھٹ گیا

(۶)

جب پیاس لگتی رو کے چچا کو پکارتی　　دُکھتے جو کان شاہِ ہُدا کو پکارتی
آتا نہ جب کوئی تو خدا کو پکارتی　　جینے سے تنگ آ کے قضا کو پکارتی

کہتی تھی نے چچا نہ امامِ اُمم رہے
شمرِ لعین کی گھڑکیاں کھانے کو ہم رہے

(۷)

فاقوں سے رفتہ رفتہ یہ لاغر بدن ہوا　　اکثر بدن سے خُوں بھرا کُرتا اُترتا
آواز بند ضعف سے منہ پیاس سے کُھلا　　تو پوست برگِ گل کی طرح چہرے سے جُدا

جاری تھے آنسو آنکھوں سے اور خون کان سے
پیدا تھا شور ہائے حُسینا زبان سے

(۸)

حالِ شبِ وفاتِ سکینۂ ہے یادگار گویا کہ اپنی مرگ تھی بیکس پہ آشکار
ملتی تھی شام سے وہ گلے سب کے بار بار ماں کی بلائیں لیتی تھی وہ ماں کی غمگسار
تسلیم کو پھوپھی کی کبھی سر جھکاتی تھی
تھی بے خطا یہ سب سے خطا بخشواتی تھی

مرثیہ ۹

صُغرا کے لیے تحفۂ غم لاتی ہے زینبؑ بے سبطِ نبی سوئے وطن جاتی ہے زینبؑ
جو پوچھتا ہے بھائی کو شرماتی ہے زینبؑ مُنہ کر کے بقیعؑ کو یہ چلاتی ہے زینبؑ
فریاد چمن لُٹ گیا محبوبِ خدا کا
اَماں مجھے پُرسا دو بہتّر شہدا کا

(۲)

ایسی نہ جدائی ہو کسی بھائی بہن میں بھائی رہا جنگل میں بہن آئی وطن میں
جس وقت گلا کٹتا تھا مانجائی کا رن میں میں آپ کو چلاتی تھی اس رنج و محن میں
وہاں تو نہ سُنی آپ نے فریاد ہماری
اب لُٹ کے یہاں آئی ہوں دو داد ہماری

(۳)

زینبؑ کی تو تھی مرقدِ زہراؑ سے یہ گفتار ۔ صغرا کو خبر مختلف آتی تھی یہ ہر بار
کہتا ہے کوئی ہے نہ وہ لشکر نہ علمدار ۔ سب وارثوں میں زندہ ہے اک عابدِ بیمار
دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے ہر ایک خبر سے
زہراؑ کی طرح وہ بھی نکل آتے نہ گھر سے

(۴)

ہمجولیاں کہتی تھیں کہ اے فاطمہ صغرا ۔ تحقیق خبر پاؤ تو ماتم کرو برپا
بی بی ترا بابا تو سب اُمت کا ہے بابا ۔ ہر گھر میں بپا ہو گئی عزائے شہ والا
وارث بخدا سارے زمانے کے مُوئے ہیں
ہم سب ترے ہمراہ یتیم آج ہوئے ہیں

(۵)

القصہ چلی ایک طرف مادرِ عباسؑ ۔ پر دل میں تھے سو طرح کے اندیشہ و وسواس
سر ننگے بشیر اس طرف آتا تھا بصد یاس ۔ دیکھا جو جلال ان کا لگا کہنے وہ بے آس
سیدانیوں کی شان و شکوہ اب نہیں سب ہے
پر گھر سے نکل آنا قیامت ہے غضب ہے

(۶)

یہ کہہ کے لگا پیٹنے منہ اپنا وہ ناشاد　　عباسؑ کی ماں نے کہا کیوں کرتا ہے فریاد
وہ بولا کہ عباسؑ علی آتے مجھے یاد　　تم قاصدِ صغرا ہو میں ہوں قاصد سجادؑ
عابدؑ کا فرستادہ میں آیا ہوں اِدھر کو
جو پوچھنا ہے پوچھ لو جاتی ہو کدھر کو

(۷)

تیورا کے گری خاک پہ اور پوچھا کئی بار　　کیوں بھائی نہ دیکھوں گی میں شبیرؑ کا دیدار
خیراب مرے محبوب کا کر حال تو اظہار　　خیراب مرے محبوب کا کر حال تو اظہار
تنہائی کا مظلومی کا یا بے وطنی کا
فاقوں کا جراحت کا کہ تشنہ دہنی کا

(۸)

جس دم شہِ بےکس پہ ہوئی بےکسی و یاس　　اصغر تھے نہ اکبر تھے نہ تھے قاسم و عباسؑ
شاہ شہدا ہو چکے جب پیاروں سے بے آس　　یا زخم تھا یا درد تھا یا بھوک تھی یا پیاس
اس وقت شہ دیں کا بدن کانپ رہا تھا
لاشہ ترے فرزند کا ریتی پہ پڑا تھا

(۹)

اس حرف کا سُننا تھا کہ غش ہوگئی ماں ہوش آیا تو بینائی میں تھا فرق سراسر
اک سمت نقاب ایک طرف پھینکدی چادر ماتھے پہ عصا مارا ہوا شق سرِ انور
بے چین تھی اور کہتی تھی واقرۃ العینا
اب پنجتن پاک موئے ہائے حُسینا

(۱۰)

رستے میں تڑپتی تھی ابھی وہ جگر افگار جو قافلہ بیوؤں کا ہوا آہ نمودار
پھر قافلے کے آگے بڑھا شاہ کا رہوار سر ننگے عصا تھامے ہوئے عابدؑ بیمار
بلوہ تھا خلائق کا اِدھر اور اُدھر کو
شبیرؑ کا دُلدل تھا جھکائے ہوئے سر کو

(۱۱)

اک لڑکی خبر لائی کہ اے فاطمہ بیمار دیکھ آئی ہیں اس غول میں ہے شاہ کا رہوار
لاغر ہے بہت کانپ کے گر پڑتا ہے ہر بار بے ہوش سُموں پہ ہیں بڑھیں بیبیاں دو چار
اللہ کی قدرت ہے کہ جیتا ہے وہ گھوڑا
کہتے ہیں کہ پانی نہیں پیتا ہے وہ گھوڑا

(۱۲)

القصہ وہ گھوڑا سرِ دروازہ جو آیا　　اک طشت میں پانی وہاں صغرا نے منگایا
مرکب کی طرح طشت میں ہاتھوں پہ اُٹھایا　　نعرہ کیا رہوار نے گردن کو جھکایا
بولا میں پیمبر کے نواسے کا ہوں گھوڑا
پانی نہیں پینے کا کہ پیاسے کا ہوں گھوڑا

(۱۳)

یہ ذکر تھا جو آئے سوار اونٹوں پہ سادات　　سر کھولے سیاہ کپڑے وہ پہنے ہوئے ہیہات
صغرا سے کہا قبرِ محمدؐ پہ چلو سات　　بی بی کے لیے بابا نے کچھ بھیجی ہے سوغات
یہاں کیا کہیں استادہ ہیں سب لوگ وطن کے
روضہ پہ دکھاؤں گی تجھے نیل رسن کے

(۱۴)

روتی ہوئی صغرا بھی چلی قافلے کے ساتھ　　آ کر درِ روضہ پہ گرے اونٹوں سے سادات
پھر روضۂ اقدس میں گیا اسپ شہ خوش ذات　　اور گرد لحد پھر کے گرا پائنتی ہیہات
بولا کہ دہائی شہ ابرار کو مارا
اُمت نے تمہاری مرے اسوار کو مارا

(۱۵)

اک بار چلے سب طرفِ مرقدِ زہرا ؑ   زینب ؑ نے پر اس قبر سے جنبش نہ کی اصلا
کلثوم نے شانے کو ہلا کر کہا بھینا   کیا والدہ کی قبر کو تم دو گی نہ پرسا
اب چل کے ذرا مرقدِ زہرا کی خبر لو
آئی ہو سفر سے ذرا تسلیم تو کر لو

(۱۶)

زینب ؑ نے کہا بس مجھے شرماؤ نہ بھینا   کیا فاتحہ پڑھنا مرا اور کیا مرا مجرا
کس منہ سے میں لوں فاطمہ ؑ کی قبر کا بوسا   اک تیر بھی بھائی کے عوض میں نے نہ کھایا
تسلیم تو واجب ہے کہ آئی ہوں سفر سے
کیا بھائی کو میں ساتھ میں لائی ہوں سفر سے

(۱۷)

لوگو مرے ماں جائے کو پردیسی کو لاؤ   بے وارثوں کے وارث و والی کو بلاؤ
لوگوں مری اماں کی امانت سے ملاؤ   لوگو مرے بابا کی نشانی سے ملاؤ
نانا کے بھی روضہ پہ صدا ملوں گی
بن بھائی کے اماں کے نہ روضہ پہ چلونگی

مرثیہ ۱۱

بذلِن جو ہوا آہ یزیدِ ستم ایجاد کیا قہر ہے پھر قید ہوئے حضرتِ سجّاد
پھر زیورِ آہن انہیں پہنا گئے جلّاد لاچار سُوئے شام چلے حضرتِ سجّاد
رنجِ شہِ والا میں گرفتار تھیں زینبؑ
لکھا ہے کہ اُس عہد میں بیمار تھیں زینبؑ

(۲)

جس دم یہ خبر پا گئیں واحسرة و دردا سجّادِ حزیں قید ہوئے جاتے ہیں تنہا
اس مرتبہ روئیں کہ نہ تھا زیست کا نقشہ کہتی تھیں نہ چھوڑوں گی میں عابدؑ کو اکیلا
تیرِ غم و حسرت کا نشانہ ہوئیں زینبؑ
فضّہ کو لیا ساتھ روانہ ہوئیں زینبؑ

(۳)

رستے میں بھتیجے سے ملیں زینبؑ ناچار پہنچیں معہ سجّاد کسی دشت میں یک بار
اُس روز رہے شب کو وہیں عابدؑ بیمار مُنہ ڈھانپ کے روئیں جو ہوئے صبح کے آثار
عابدؑ سے کہا خواب میں آج آئے تھے بھائی
تشریف ہمیں دیکھنے کو لائے تھے بھائی

(۴)

اس دشت میں لائے تھے جو اعدا سرِ سرورؑ ٹھہرے تھے بس اک نخل کے نزدیک ستمگر
رکھی تھی سنانِ سرِ شہ اُس کے برابر شاخیں ہوئی تھیں خون گلِ فاطمہؑ سے تر
فِضّہ سے کہا دیکھ لے وہ نخل اِدھر ہے
اب اِس سے ہل لوں کہ سوئے خُلد سفر ہے

(۵)

فِضّہ گئی صحرا میں نظر اس نے جو اک سُو دیکھا جو درخت اُس نے تو جاری ہوئے آنسو
زینبؑ کو وہاں لے گئیں وہ بیکس و خوشخو اُس نخل سے آئی جو گلِ فاطمہؑ کی بو
جی یادِ سرِ شاہ میں کھوتی رہی زینبؑ
اُس نخل سے لپٹی ہوئی روتی رہی زینبؑ

(۶)

چلّائیں عجب درد سے ہے ہے شہِ ذیشان باغ ایک جو تھا متصلِ زینبؑ نالاں
تھا اُس میں زبیر ابنِ نمیر ایک بدایماں کہتے ہیں وہی تھا چمن آرائے گلستاں
بدعت میں خلش میں وہ سِوا خار سے نکلا
رونے کی صدا سُن کے وہ گلزار سے نکلا

(۷)

دستِ ستم ایجاد میں تھے آہنی اوزار   آگاہ ہوا بنت علیؑ سے جو ستمگار
وہ ظلم کیا اُس نے ہلا گنبد دوّار   صدمے سے جُھکی خواہر شاہنشاہِ ابرار
تھرّائے فلک آئیں جو تیورا کے زمیں پر
غُل تھا کہ گریں فاطمہ غش کھا کے زمیں پر

(۸)

بس بہر ملاقاتِ برادر گئیں زینبؑ   زیرِ شجرِ تمر قضا کر گئیں زینبؑ
روتے رہے عابدؑ سوئے کوثر گئیں زینبؑ   جنگل میں برادر کی طرح مر گئیں زینبؑ
فضّہ نے کہا پیٹ کے فریاد خدا کی
لو احمدِ مرسل کی نواسی نے قضا کی

(۹)

سجّاد کا تھا حال غم و رنج سے تغیّر   تھا صاحب اعجاز جو وہ صاحبِ توقیر
گردن سے ہوا طوق جدا پاؤں سے زنجیر   کی صورتِ دفن و کفن خواہرِ شبیرؑ
آفت سے چھٹیں زینت تربت ہوئیں زینبؑ
بھائی سے ملیں داخل جنت ہوئیں زینبؑ

(۱۰)

تیار ہوئی دخترِ زہراؑ کی جو تربت عابدؑ نے کیا کوچ ہوئے قبر سے رخصت
جس وقت چلے سوئے وطن مہرِ امامت فضّہ کو نہ تھا ہوش یہ تھی شدتِ رقت
ہر چند سبھی کہتے رہے منت و کد سے
فضّہ نہ ہٹی حضرت زینبؑ کی لحد سے

(۱۱)

وہ قہر وہ صحرا وہیں رہنا وہیں سنہا ہر شب کو ٹکا صبح کو منہ اشکوں سے دھونا
طاعت کبھی تربت کی تصدق کبھی ہونا کرنا کبھی جاروب کشی بیٹھ کے رونا
کہتے ہیں اسے عشق پسِ مرگ وہیں ہے
فضّہ کی لحد مرقدِ زینبؑ کے قریں ہے

مرثیہ ۱۲

یوں بیاں کرتا ہے اک راوی غمگین و حزیں ایک دولہا لئے جاتا تھا برات اپنی کہیں
وہبِ کلبی تھا لقب تھا وہ غلامِ شہِ دیں دور سے اُس کو نظر آگئی مقتل کی زمیں
دل پہ شبیرؑ کے ماتم کا اثر ہونے لگا
دیکھ کر گنجِ شہیداں کی طرف رونے لگا

(۲)

اک زمیندار کھڑا تھا یہ کیا اُس سے کلام　　کس کی یہ فوج ہے اور کس کے یہ لاشے ہیں تمام
یہ جو زخمی ہے کھڑا لاکھوں میں کیا اس کا ہے نام　　رو کے وہ شخص پکارا کہ ہے رونے کا مقام
ہیں یہ جلّاد جو کھینچے ہوئے شمشیریں ہیں
اور زہرؑا کے مُرقع کی یہ تصویریں ہیں

(۳)

اور یہ مظلوم جو کھاتا ہے کھڑا نیزہ و تیر　　ہے سخی ابن سخی اور امیر ابن امیر
وطن آوارہ مصیبت زدہ بے کس دلگیر　　ہے یہی تین۳ شب و روز کا پیاسا شبیرؑ
اب تلک صبح سے لُوٹا گیا باغ زہرؑا
اب یہ بے رحم بُجھاتے ہیں چراغ زہرؑا

(۴)

یوں تو اک ظلم سے اک ظلم ہوا شہ پہ سوا　　تین۳ صدموں میں مگر صبر کا یارا نہ رہا
اک جواں اس کا بھتیجا تھا حسنؑ کا بیٹا　　شب کو وہ دولہا بنا صبح شہیدوں میں ملا
اُس کے مرنے کی خبر شہ نے جو پہنچائی تھی
ماں دولہن کے لیے سر ننگے نکل آئی تھی

۵

دوسرا غم ہے یہ اک بھائی تھا اس کا صفدر　　جب سے وہ مرگیا سیدھی نہیں ہوئی ہے کمر
اب بھی روتا ہے اُسے ہائے برادر کہہ کر　　بے کفن لاش وہ اس کی ہے پڑی دریا پر
ابھی یہ لاش عجب درد سے تھرائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چلائی تھی

۶

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر　　اُس کا اک بیٹا تھا اٹھارہ برس کا اکبرؑ
برچھیوں سے ابھی مارا گیا رن میں وہ پسر　　حیف ہے دفن ہوئی رات کو جس کی مادر
غمِ اکبرؑ میں اُسے کیا کہوں کیونکر دیکھا
سب نے میدان میں زینبؑ کو کھلے سر دیکھا

۷

وہب کلبی نے وہیں خاک پہ پٹکی دستار　　بیاہ ماتم ہوا جینا نظر آیا دشوار
مادرِ وہب نے جس وقت سنی یہ گفتار　　پیٹتی سر کو محافے سے گری وہ ناچارؔ
کہا بیٹے سے کہ موقعہ نہیں یہ رونے کا
وقت ہے سبطِ پیمبر کے وداع ہونے کا

(۸)

باندھ کر دستِ حنائی کو پکارا دلدار　　اتنی تاکید نہ فرماؤ میں خود ہوں تیار
مگر اک رات کی بیاہی کا ہے صدمہ دشوار　　پوچھ لوں اُس سے تو ہوں جا کے میں آقا پہ نثار
اپنے ماتم میں اُسے دے دوں قسم رونے کی
آرزو ہے مجھے مولیٰ پہ فدا ہونے کی

(۹)

بولی وہ عقل ہے عورت کی ناقص بیٹا　　اب نہ کچھ پوچھ نہ کچھ کہہ تو کسی سے بیٹا
دی دولہن بھی صدا شوق سے جا شوق سے جا　　نام پر فاطمہؑ کے مہر بھی میں نے بخشا
کیوں نہ منظور مجھے اپنا رنڈاپا ہووے
جب دولہن قاسمؑ نوشاہ کی بیوہ ہووے

(۱۰)

سُن کے یہ گنج شہیداں کو وہ نوشاہ چلا　　ہاتھ باہم جو ملے چھُوٹ گیا رنگِ حنا
ماں بھی ہمراہ تھی تھامے ہوئے بازو اُس کا　　اور محافے میں دولہن رات کی مشغولِ بکا
پہنچے یہ اُس گھڑی خدمت میں شہ والا کی
غش سے جب بند تھیں آنکھیں پسرِ زہراؑ کی

(۱۱)

مادرِ وہب ادب سے نہ گئی شہ کے حضور　　دونوں ہاتھوں سے بلائیں لیں کھڑی رہ کے دُور
اور کہا غرق بہ خوں دیکھ کے شکل پُرنور　　حیف جیتی نہ ہوئی آج بتولِ مغفورؑ
کھول کر گیسوؤں کو حشر وہ برپا کرتی
فاطمہؑ دیکھتی ان زخموں کو تو کیا کرتی

(۱۲)

سُن کے یہ ہوش میں آئے جو امامِ خوشخو　　اور نظر یاس سے کی پونچھ کے آنکھوں سے لہو
کہا آہستہ ترا نام ہے کیا کون ہے تو　　بےکسی پر مری اس دم نہ بہانا آنسو
دوستی میں مری سب لوگ ضرر پاتے ہیں
رحم اس شہر میں سیدؑ پہ نہیں کھاتے ہیں

(۱۳)

مادرِ وہب نے روکر یہ کہا آکے حضور　　اے خوزانے تری لونڈی ہوں میں بیکس مجبور
واری کچھ اور تو اس دم نہیں مجکو مقدور　　نذر لائی ہوں میں فرزند سو ہووے منظور
حق یہ زہراؑ کی کنیزی کا ادا کرتی ہوں
رات کا بیاہا پسر تم پہ فدا کرتی ہوں

مرثیہ ۱۳

دشمن معاویہ ہوا شاہ حسنؑ کا جب ساکت وہ چند روز رہا پھر کیا غضب
مروان تھا مدینے کا حاکم عدوئے رب بھجوایا اُس کو زہر لکھے واقعات سب
تاکید کی کہ بغض ہے شبرؑ کی ذات سے
کھلوا دے زہر دخترِ اشعث کے ہات سے

(۲)

اشعث کے خاندان سے واقف ہیں شیخ و شاب بیٹی تھی اُس کی مکر کی پتلی تھی لاجواب
اس کے وسیلے سے ہوا مروان کامیاب بے حال زہر پی کے ہوا ابنِ ابوتراب
جو کچھ معاویہ نے لکھا تھا وہ ہو گیا
جاگا ہوا نصیب مدینے کا سو گیا

(۳)

اس قہر کا وہ زہر تھا آفت کا تھا اثر دم بھر میں ٹکڑے ٹکڑے ہوا شاہ کا جگر
غل پڑ گیا حسنؑ کا زمانے سے ہے سفر حیدرؑ کا سبز پوش تڑپتا ہے فرش پر
زہراؑ کی بیٹیوں پہ مصیبت پھر آئی ہے
گھر لُٹ رہا ہے عازمِ فردوس بھائی ہے

(۴)

مسلم نے بھی یہ سُن لیا بعضوں کی زبانی　　جُز خانۂ ہانی نہ پناہ اور کہیں جانی
ہانی کو یہ ایماں کا مِلا گنجِ معانی　　پھر محفلِ حاکم میں طلب ہو گیا ہانی
بس آ گیا بے رحم زدو کُشت کے اوپر
دُرّے کئی سو مارے گئے پُشت کے اوپر

(۵)

وہ کہتا تھا مسلم کو ابھی تجھ سے میں لوں گا　　ورنہ میں تجھے قتل اسی آن کروں گا
یہ کہتا تھا سر دوں گا پہ مسلم کو نہ دوں گا　　اس امر پہ راضی نہ ہوا ہوں نہ میں ہوں گا
مسلم کا پتہ کافر و ظالم کو بتا دوں
ہو جاؤں جو میں خاک تو مسلم کو چھپا دوں

(۶)

اک دوست تھا ہانی سو ہوا قید وہ غمخوار　　پھر رکھنے کا گھر میں نہ ہوا کوئی روادار
فاقوں سے جو لغزش تھی قدم کو دمِ رفتار　　چپکے سے یہ کہتے تھے کہ یا حیدرِ کرار
ہر کوچے میں غل تھا کوئی غیر آنے نہ پائے
ہاں کیجیو مسلم کو کہیں جانے نہ پائے

(۷)

وارد ہوئے ناگاہ درِ طوعہ پہ ششدر — تسبیح بہ کف ذکرِ خدا میں تھا وہ در پر
حضرت نے کہا خشک زباں اپنی دکھا کر — نذرِ پسرِ فاطمہؑ اک پانی کا ساغر
احسان کر اللہ و پیمبر کا تصدق
پانی دے مجھے ساقیٔ کوثر کا تصدق

(۸)

طوعہ گئی اور جام لبالب دیا لا کر — حضرت نے پیا بیٹھ کے دروازے کے اوپر
پھر کوزے کو وہ رکھ کے یہاں آئی مکرر — دیکھا کہ ہیں بیٹھے ہوئے زانو پہ رکھے سر
دل میں کہا اس شہر میں یہ گھر نہیں رکھتا
یہ گھر نہیں رکھتا کوئی یاور نہیں رکھتا

(۹)

اُٹھ جانے کو طوعہ نے کہا جبکہ کئی بار — کعبے کی طرف مڑ کے یہ کرنے لگے گفتار
اے سبطِ نبی ہم بھی ہیں کیا بیکس و ناچار — دروازے پہ رہنے کا نہیں کوئی روادار
اس رات کی ذلت اور اذیت ہم اُٹھائیں
نانا سے کہو کل ہمیں جنت میں بُلا لیں

(۱۰)

پھر دیکھ کے طوعہ کی طرف بولے یہ رو کر گھر ہوتا تو ہم کاہیکو یوں بیٹھتے در پر
زینبؑ ہے نہ بانو ہے نہ زوجہ ہے نہ دختر یہاں میرے لیے فکر کسے ہوئے گی دختر
شبیرؑ جدا مجھ سے ہیں عباسؑ جدا ہیں
اک ہم تنِ تنہا یہاں محبوسِ بلا ہیں

(۱۱)

حیرت ہوئی طوعہ کو یہ بولی وہ حق آگاہ شبیرؑ ترا کون ہے اے بندۂ اللہ
رو کر کہا سردار ہیں آقا ہیں شہنشاہ وہ بولی کہ کیا آیا تھا مسلم کے تو ہمراہ
شرما کے کہا وہ وطن آوارہ میں ہی ہوں
مسلم جسے کہتے ہیں وہ بیچارہ میں ہی ہوں

(۱۲)

ہاتھوں کو بڑھا کر یہ پکاری وہ خوش ایماں تو نائب شبیرؑ ہے میں ہوں ترے قرباں
اے موت کے مہماں مرے گھر میں تو ہو مہماں آواز بتولؑ آئی خدا پر ہے یہ احساں
مسلم کو تو حُجرہ دیا اُس اہلِ وفا نے
بخشا اُسے فردوس کا گلزار خدا نے

(۱۳)

ناگہ پسرِ طوعہ نے یہ تذکرے سُن پائے کی فکر شقی نے کہیں گھر بار نہ لٹ جائے
کچھ شب تھی کہ حاکم کو خبر اُس نے یہ دی ہائے مسلم مرے گھر میں ہے کوئی جا کے پکڑ لائے
دی اُس نے ندا فوج کمر باندھ کے آئے
ہاں صبح نہ پیدا ہو کہ مسلم کا سر آئے

(۱۴)

لشکر کی ہوئی خانۂ طوعہ پہ چڑھائی مسلم نے وہاں جائے نماز اپنی بچھائی
ہمسائیوں کو طوعہ نے یہ بات سنائی مہمان مرا مرنے کو جاتا ہے دہائی
گھر طوعہ کا گھیرا گیا مہمان کی خاطر
چوگرد یہ انبوہ ہے اک جان کی خاطر

(۱۵)

اے شیعوں مسافر کی مدد کرنے کو آؤ اے مومنو حیدرؑ کے بھتیجے کو بچاؤ
قرآن کو دو بیچ میں سوگند بھی کھاؤ یہ کعبے کو پھر جاتا ہے لشکر کو ہٹاؤ
کیوں لڑنے کو سب آتے ہیں کس سے لڑا ہے
بیچارہ مرے حجرے میں فاقے سے پڑا ہے

(۴)

چلاتے تھے حسینؑ کہ ہے ہے ہوا یہ کیا   زینبؑ پکارتی تھی ارے کس نے کی دغا
ناگاہ طشت سبط نبیؐ نے طلب کیا   قے ہوگئی شروع اذیت ہوئی سوا
افسوس یہ سلوک شہ نیک خو کے ساتھ
گرنے لگے کلیجے کے ٹکڑے لہو کے ساتھ

(۵)

غش میں حسنؑ تھے ہوگئے ہشیار ناگہاں   پھیلائے ہاتھ آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
شبیرؑ لپٹے سینے سے کرتے ہوئے فغاں   یوں دونوں مل کے روئے کہ حشر ہوا بپا
بیتاب سب کے دل ہوئے دردِ جدائی سے
شبیرؑ نے رازِ دل جو کہا چھوٹے بھائی سے

(۶)

رو کر کہا حسینؑ نے میں ہوں امیدوار   حضرت پہ حال موت ہے جس وقت آشکار
فرمائے گا بندے سے اسے شاہِ نامدار   بولے حسنؑ کہ کہتے تھے محبوب کردگار
ہم اہلبیت کی نہ کبھی عقل جائے گی
حالت وہی رہے گی قضا بھی جب آئے گی

(۷)

دے ہاتھ میرے ہاتھ میں اے راضیِ رضا　　جب آسماں سے قابضِ ارواح آئے گا
دے گا فشار ہاتھ کو اُس وقت مجتبےٰ　　تعمیل حکم کر کے وہ کرنے لگا بُکا
شبّر نے تھوڑی دیر میں اوپر نگاہ کی
بھائی کا اپنے ہاتھ ہلایا اور آہ کی

(۸)

بعد اس کے کلمہ پڑھنے لگے شاہِ نیک کام　　دیکھا رُخِ حسینؑ کو اور ہو گئے تمام
سر بیبیوں نے کھول دئے کہہ کے یا امام　　میّت کے گرد ماتمیوں کا تھا اژدہام
یثرب نے خاک اڑائی کہ بستی اُجڑ گئی
قاسمؑ کے رُخ پہ گردِ یتیمی کی پڑ گئی

(۹)

سامانِ دفن پانچویںؑ معصوم نے کیا　　غسل و کفن برادرِ مسموم کو دیا
کپڑے نئے پہن چکا جب نورِ کبریا　　سر پیٹنے لگے حرمِ شاہِ اوصیا
غل تھا حسنؑ جماعتِ سادات سے چلے
شبیرؑ گھر سے بھائی کا تابوت لے چلے

(۱۰)

چاہا نبیؐ کے روضے میں ہو مرقدِ حسنؑ   روکا مخالفوں نے ہوئے بڑھ کے طعنہ زن
شبرؑ کا جانشین جو ہوا ان سے ہم سخن   برسائے تیر ظالموں نے اُس پہ دفعتاً
تابوت مجتبےٰ سے وہ ناوک گزر گئے
غیظ آگیا حسینؑ کو لیکن ٹھہر گئے

(۱۱)

یاد آگئی وصیتِ مقتولِ بے گناہ   واں سے جنازہ لے کے بقیع میں آئے شاہ
پڑھ کر نماز رونے لگا فدیۂ الٰہ   کھودی گئی لحد تو کیا سب نے شور آہ
پیوست تھے جنازۂ شاہِ زمن میں تیر
ہاتھوں پہ لاش اٹھائی تو نکلے کفن میں تیر

(۱۲)

ڈوبا زمیں میں چاند پیمبرؐ کا ناگہاں   روحِ رسولؐ کرنے لگی نالہ و فغاں
بیٹے پہ صدقے ہونے کو نکلی لحد سے ماں   پہنچے نجف سے حیدرؑ کرار نوحہ خواں
تُربت میں والدین سے عُزلت گزیں ہوا
دل بندِ بوتراب کو فرشِ زمیں ملا

مرثیہ ۱۴

جب طبل مخالف کی صدا آتی تھی رن سے   دل بیبیوں کے سینوں میں ہو جاتے تھے سن سے
بچے نہ جدا ہوتے تھے سلطان زمن سے   لپٹی تھی بہن بھائی سے اور بھائی بہن سے
چلاتی تھی ہے ہے مرے ماں جائے برادر
بن بھائی کی ہوتی ہے بہن ہائے برادر

(۲)

بھیا مجھے غربت میں نہ تم چھوڑ کے جاؤ   سیدانی کو آفت سے اسیری کی بچاؤ
نکلے مرا دم تن سے تو پھر برچھیاں کھاؤ   بن لے جو مری قبر تو جنگل کو بساؤ
کیا کم تھا مرے واسطے ماں باپ کا مرنا
اللہ نہ دکھلائے مجھے آپ کا مرنا

(۳)

عادل ہو عدالت سے کہو یا شہ صفدر   کیا کہہ کے دل زار کو سمجھائے برادر
دنیا میں کوئی اور ہے زینبؑ کا برادر   قربان گئی صبر مجھے آئے گا کیونکر
مسند کو محمدؐ کی میں لٹتے ہوئے دیکھوں
ہے ہے یہ گلا تیغ سے کٹتے ہوئے دیکھوں

(٤)

صدقے میں ترے اے اسد اللہ کے پیارے اماں کے وہ دُکھ درد مجھے یاد ہیں سارے
آقا ترے بدلے کوئی نیزے مجھے مارے سید ترے قدموں پہ مرا سر کوئی وارے
پردیس میں رسّی سے بندھیں ہاتھ بہن کے
ماتھا ئے کو رہنے دیں مگر شانۂ بہن کے

(۵)

منہ سینے پہ رکھے جو بلکتی تھی وہ دلگیر ہر آہ تھی حضرت کے کلیجے کے لیے تیر
سر چھاتی سے لپٹائے ہوئے کہتے تھے شبیرؑ بس صبر کرو غش کہیں آجائے نہ ہمشیر
بیٹی ہو پیرِ صبر علیؑ اکبر کے الم میں
کیا جان گنوا دو گی بہن بھائی کے غم میں

(٦)

گر مر گئیں ہو جائے گا گھر اور بھی خالی صدمے سے جئے گی نہ سکینہؑ مری بالی
ہو میرے یتیموں کی تمہیں پالنے والی صابر جو ہیں ملتا ہے انہیں مرتبہ عالی
ایسا تو کسی کو غم تنہائی نہ ہوگا
اللہ تو سر پر ہے اگر بھائی نہ ہوگا

(۷)

کیا آگے بہن کے کوئی مرتا نہیں بھائی　　برسوں جو رہے وصل تو اک دن ہے جدائی
لُٹ جاتی ہے اک آن میں برسوں کی کمائی　　جاتی نہیں بے جان لئے جب اجل آئی
ملتا نہیں پھر خلق سے جو جاتا ہے زینبؑ
رونے سے مسافر کہیں پھر آتا ہے زینبؑ

(۸)

غربت میں کبھی تم سے بچھڑتا نہ برادر　　کیا کیجئے تقدیر جدا کرتی ہے خواہر
پردیس میں برباد ہوں بچے کہ لُٹے گھر　　بندہ ہوں اطاعت سے نہ ہوں گا کبھی باہر
بہتر ہے وہی جس میں رضامندیٔ رب ہو
کیا عذر ہے سرکار میں جس وقت طلب ہو

(۹)

ہمشیر کا غم ہے کسی بھائی کو گوارا　　مجبور ہے لیکن اسد اللہ کا پیارا
تیغِ غمِ فرقت سے کلیجہ ہے دو پارا　　کس سے کہوں جیسا مجھے صدمہ ہے تمہارا
اس گھر کی تباہی کے لیے روتا ہے شبیرؑ
تم چھٹتی نہیں ماں سے جدا ہوتا ہے شبیرؑ

(١٠)

مرکر بھی نہ بھولوں گا میں احسان تمہارے　　بیٹوں کو بھلا کون بہن بھائی پہ وارے
پیدا نہ کیا اُن کو جو تھے جان سے پیارے　　بس ماں کی محبت کے یہ انداز ہیں سارے
فاقے میں ہمیں برچھیاں کھانے کی رضا دو
بس اب یہی الفت ہے کہ مرنے کی رضا دو

(١١)

لو جاتے ہیں ہمشیر خدا حافظ و ناصر　　اب جسم ہے اور تیر خدا حافظ و ناصر
اے بانوئے دلگیر خدا حافظ و ناصر　　ہے رخصتِ شبیر خدا حافظ و ناصر
کیوں دُور کھڑی رُوتی ہو پاس آؤ سکینہؑ
پھر باپ کے سینے سے لپٹ جاؤ سکینہؑ

(١٢)

اے عابدؑ بیمار حزیں گھر سے خبردار　　اے جانِ پدر آلِ پیمبر سے خبردار
ماں رانڈ ہے اب رانڈ کی چادر سے خبردار　　مارے نہ طمانچے کوئی خواہر سے خبردار
مشکل ہو جو اُمت پر وہ حل کیجیو بیٹا
تحریر پہ بابا کی عمل کیجیو بیٹا !!

(۱۴)

رانڈوں کی وہ فریاد یتیموں کی وہ زاری غش کھا کے گری خاک پہ زینبؑ کئی باری

حضرت سے لپٹتی تھی ہر اک درد کی ماری ہے ہے کا یہ غل تھا کہ زمیں ہلتی تھی ساری

شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمے کے در سے

جس طرح نکلتا ہے جنازہ کسی گھر سے

مرثیہ ۱۵

سر ننگے جب حرم گئے دربارِ شام میں شور و فغاں تھا مرقدِ خیر الانام میں

دکھلا کے بیکسوں کو عدو اژدہام میں لائے رسن میں باندھ کے دربارِ عام میں

دربار میں جو چار گھڑی تک کھڑے رہے

زنداں میں جا کے غش کئی ساعت پڑے رہے

(۲)

بانوؑ کو جو سوادِ شب اُس دم نظر پڑا اصغرؑ کو قید خانے میں دل ڈھونڈنے لگا

دوڑی وہ قتل گاہ کی جانب برہنہ پا زینبؑ پکاری رو کے بھابی ہوا یہ کیا

زنداں سے بھی اسیر کہیں بھاگ جاتے ہیں

وہ بولی کیا کروں علی اصغر بلاتے ہیں

(۳)

سب وارثوں کی یاد میں کرتے تھے یہ کلام ورد زبان سکینہؑ کے تھا شاہِ دیں کا نام
کہتی تھی ڈھونڈتی ہوئی آتی ہیں تا بہ شام لیکن نظر نہ آئے کہیں بھی ہمیں امام
حیران ہوں اب وہ الفت شبیرؑ کیا ہوئی
کُھلتا نہیں سکینہؑ سے تقصیر کیا ہوئی

(۴)

نزدِ سکینہؑ رونے لگے آن کر حرم سینے پہ ہاتھ رکھ کے کوئی دیکھتا تھا دم
شانہ کوئی ہلاتا تھا اُس کا بچشم نم کہتی تھی رو کے بانوؑئے شاہنشہ امم
واری ملیں پدر سے مری آس توڑ کے
جنّت کو چل بسیں مجھے زنداں میں چھوڑ کے

(۵)

زینبؑ نے رو کے بانوؑئے مغموم سے کہا بے آس ہو نہ بھابی یہ غش میں ہے مرتا
اور مر گئی تو خیر جو اللہ کی رضا اب اس کے رفع غش کی ہے اس وقت یہ دوا
ہے عاشق حسینؑ یہ پیاری حسینؑ کی
سب غل کرو کہ آئی سواری حسینؑ کی

(۶)

غش میں سکینہؑ باپ کی پائے گی جب خبر　　فی الفور کھول دے گی ابھی آنکھیں نوحہ گر
آخر پکارے اہلِ حرم رو کے یک دِگر　　اُٹھو سکینہؑ جان اُٹھو آئے ہیں پدر
عباسؑ بھر کے نہر سے مشکیزہ لائے ہیں
قاسمؑ بھی آئے ہیں علی اکبرؑ بھی آئے ہیں

(۷)

شانہ ہلا کے سب نے جو کی یہ صدا بلند　　اُٹھ بیٹھی آنکھیں کھول کے غش سے وہ دردمند
اور سہم کر اندھیرے سے پھر کرلیں آنکھیں بند　　پھیلا کے ہاتھ بولی کہ اے شاہ ارجمند
بابا کدھر ہو آکے اُٹھاؤ سکینہؑ کو
صدقے گئی گلے سے لگاؤ سکینہؑ کو

(۸)

چپکے سے ماں نے عابدؑ بیمار سے کہا　　بیٹا گلے لگا لو بہن کو تم ہی ذرا
عابدؑ نے آکے اُس کو گلے سے لگا لیا　　سمجھی وہ بے پدر کہ یہی ہے پدر مرا
تاریک گھر میں شکل نظر گو نہ آتی تھی
عابدؑ کے پاؤں آنکھوں سے رو کر لگاتی تھی

(٩)

روکر پکارتی تھی ارے روشنی منگاؤ   بابا کو مرے کانوں کا لوگو ورم دکھاؤ
بانو سے کہتی تھی کہ اِدھر آؤ جلد آؤ   بے رحم کے طمانچوں کی رُوداد تم سناؤ
بابا میں صبح کو بھی اگر تم کو پاؤں گی
اپنا لہو بھرا ہوا کُرتا دکھاؤں گی

(١٠)

ناگاہ ہاتھ جا پڑا زنجیر و طوق پر   روکر پکاری قید ہوئے تم بھی اے پدر
لو میں گِلا یہ کرتی تھی ہر شام ہر سحر   بابا نے ہم سے کر لیے لب بند اس قدر
روتی تھی میں تمہاری زیارت کے شوق میں
پر یہ خبر نہ تھی کہ ہو زنجیر و طوق میں

(١١)

بابا بتاؤ اصغرِ بے شیر ہے کہاں   اُس کے گلے میں طوق ہے منّت کی ہنسلیاں
بھیّا نے پایا آبِ بقا خشک تھی زباں   کُڑھتے تو ہوں گے میری جدائی سے بھائی جاں
یہ تو کہو کہ سیر تم آب و غذا سے ہو
یا تم بھی ہم سبھوں کی طرح بھوکے پیاسے ہو

(۳)

سب جانتے ہیں پنجتن پاک کا رتبہ آدم سے کیا پہلے خدا نے انہیں پیدا
کی شیرِ خدا نے مددِ حضرت موسیٰؑ تھا طور پہ بھی نورِ محمدؐ ہی کا جلوہ

کام آتے ہیں ہر دکھ میں یہ ہے کام ہمارا
آفت سے چھٹا جس نے لیا نام ہمارا

(۴)

جانِ دلِ زہراؑ کے عبث دربہ جان ہو کس سمت کو بھٹکے ہوئے پھرتے ہو کہاں ہو
افسوس کہ جو مصحفِ ناطق کی زباں ہو سب پانی پئیں اور وہی تشنہ دہاں ہو

ہیں سینکڑوں تیغیں علم اک جان کی خاطر
دنیا میں یہی ہوتی ہے مہمان کی خاطر

(۵)

سیّد نے جو کی ہو کوئی تقصیر بتا دو جوڑا ہو کماں میں جو کوئی تیر بتا دو
چھینی ہو کسی شخص کی جاگیر بتا دو اُمّت پہ اگر کھینچی ہو شمشیر بتا دو

تم لوگوں نے کس روز نہیں جبر کیا ہے
اس صابر و شاکر نے سدا صبر کیا ہے

(۶)

یہ سنتے ہی فوجوں کو جو جنبش ہوئی اک بار — تیغوں کی اٹھی موج میانِ صفِ کفار
ڈھالوں کا ہوا ابرِ سیاہ رن میں نمودار — بدلی جو ہوا پڑنے لگی تیروں کی بوچھار
پہنچا وہ جری تیغ بہ کف اہلِ جفا میں
بجلی سی لگی کوندنے ڈھالوں کی گھٹا میں

(۷)

نوشاہ نے پائی تھی عجب ہمتِ عالی — حملہ کیا جس صف پہ وہ صف ہو گئی خالی
تلوار نے آفت صفِ کفار میں ڈالی — لڑنے کے لیے تیغ و سپر جس نے سنبھالی
تلوار کا آنا ہوا ثابت نہ لعین پر
دو ٹکڑے نظر آتے برابر صفِ زیں پر

(۸)

پر شادی و غم ہیں اسی دنیا میں تو اہم — معلوم نہ تھا یہ کہ بچھے گی صفِ ماتم
دولہا پہ اُدھر ٹوٹ پڑا لشکرِ اظلم — تیغوں میں گھرے برچھیاں چلنے لگیں باہم
تیر آتے تھے سینے پہ کلیجے پہ جبیں پر
کٹ کٹ کے گرے پیچ عمامے کے زمیں پر

(۹)

عمو کو پکارے کہ چچا جان خبر لو ہوتا ہے غلام آپ کا قربان خبر لو
دُنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان خبر لو تکلیف نہ دیتا مگر اِس آن خبر لو
ذُرّیتِ حیدرؑ کی یہ توقیر ہوئی ہے
پامال ہمیں کرنے کی تدبیر ہوئی ہے

(۱۰)

یہ کہتے تھے جو موت کی ہچکی اُسے آئی مُنہ کھول کے حضرت کو زباں خشک دکھائی
مخدومۂ عالم نے یہ آواز سنائی میں ساغرِ کوثر کو تیرے واسطے لائی
پی لے اسے اے لال کہ تر خشک زباں ہو
دادی ترے سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ فدا ہو

(۱۱)

لب بند کیے قاسمؑ نوشاہ نے اک بار یعنی نہ پیوں گا کہ ہیں پیاسے شہ ابرار
دنیا سے سفر کر گیا وہ آئینہ رخسار لاش اُس کی چلے لے کے شہ بیکس و ناچار
ڈیوڑھی پہ جو پہنچے تو کہا دیکھ کے سب نے
وہ آئے ہیں دولہا تھا بنایا جنہیں سب نے

(۱۲)

ہے ہے بنے فائم کا ہوا شور جو در پر   بانو نے کہا لُٹ گئی لوگو مری دُختر
فرزند کے لاشے سے لپٹنے لگی مادر   سر پیٹتی دوڑی شہ مظلوم کی خواہر
پھر کون رہے بنتِ علیؑ جب نکل آئے
خیمے میں دولہن رہ گئی اور سب نکل آئے

مرثیہ ۱۷

جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؑ   خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؑ
اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؑ   اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے عابدؑ
رانڈوں میں تو محبوسیٔ سجّاد کا غُل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غُل تھا

(۲)

تلواریں لیے چار طرف ظلم کے بانی   حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا الم بے پدری تشنہ دہانی   وہ طوق کا لنگر وہ سلاسل کی گرانی
مُڑ کر کبھی زینبؑ کے رُخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی دیکھی کبھی افلاک کو دیکھا

(۱۰)

لوگو کوئی بتاؤ کہ حیدرؑ کدھر گئے　　روزے پہ روزہ رکھ کے جہاں سے گذر گئے
بابا مجھے نہ ساتھ لیا کوچ کر گئے　　نانا کے بعد غم یہ اُٹھائے کہ مر گئے
چھوٹے سے سن میں مجھ پہ عجب پیچ پڑ گئے
نانا بھی اماں جان بھی تم بھی بچھڑ گئے

(۱۱)

بیٹی کو پھر گلے سے لگا لو تو جائیو　　زین العبا کے طوق بڑھا لو تو جائیو
صحت تو ہو چلی ہے نہا لو تو جائیو　　بابا نمازِ عید پڑھا لو تو جائیو
کیوں چپ ہوئے امام حجازی جواب دو
در پر پکارتے ہیں نمازی جواب دو

مرثیہ ۱۹

کربلا میں سجدہ گذاروں کی رات ہے　　یثرب کے ڈوبتے ہوئے تاروں کی رات ہے
عشرت کدوں میں بادہ گساروں کی رات ہے　　دُنیائے رنگ و بو میں نگاروں کی رات ہے
مہلت ملی ہے شب کی امامِ حجاز کو
خیموں میں جا رہے ہیں نمازی نماز کو

(۲)

بیٹھے تھے اپنے خیمے میں عباسِؑ نامدار　　پھیلے ہوئے تھے سامنے آلاتِ کارزار
تھی سان پر چڑھی ہوئی شمشیرِ آبدار　　تلواریں تول تول کے رکھتے تھے بار بار
آنکھیں چمک رہی تھیں سنانوں کی تاب میں
منہ دیکھتے تھے فتح کا تیغوں کی آب میں

(۳)

تھا اک طرف جو خیمۂ عصمت فلک وقار　　بیٹھی تھیں اُس میں دخترِ خاتونِ روزگار
تھا شام سے جو طبع مبارک کو انتشار　　اٹھتی تھیں بار بار ٹہلتی تھیں بار بار
تھی یہ دُعا کہ فتح ہو یا ربّ اصول کی
میداں میں سرخرُو رہے عزّت رسولؐ کی

(۴)

جو بیبیاں کہ خیمۂ اقدس میں تھیں وہاں　　کہتی تھیں اُن سے دخترِ سردارِ انس و جاں
ہوتی ہے صبح رات کا پردہ ہے درمیاں　　کل ہوگا عورتوں کی بھی ہمت کا امتحاں
حیف اُن پہ امتحاں میں جو سرخرُو نہ ہوں
میداں میں جن کے دودھ کی دھاریں لہو نہ ہوں

۵

ناگہ اندھیری رات میں چمکا خدا کا نور   پردہ اُٹھا کے خیمے کا داخل ہوئے حضور
کہنے لگے بہن سے کہ اے خواہرِ غیور   تم سے اک امرِ خاص میں ہے مشورہ ضرور
سُنتی تو ہوگی جو کہ دلوں کی پکار ہے
جادہ ادائے فرض کا خنجر کی دھار ہے

۶

یہ راہ راہِ طوق و رسن بھی ہے لا کلام   ممکن یہ ہے کہ تم ہو اسیرِ سپاہِ شام
لیکن اب ابن سعد نے بھیجا ہے یہ پیغام   بیعت جو کیجیے تو ہو جھگڑا یہ سب تمام
ٹھکرائیے صلاح نہ اہلِ نیاز کی
حاضر ہے پیش کش کو حکومت حجاز کی

۷

رد کر دوں اُس کی بات تو ہے قصہ مختصر   کُنبہ تباہ ہوگا اُجڑ جائے گا یہ گھر
کٹ جائیں گے کل عصر سے پہلے ہمارے سر   میں جانتا ہوں صلح میں ہے عافیت مگر
احساسِ فرض کا ہے اشارہ کہ جنگ ہو
ہے مجھ سے میرے خوں کا تقاضا کہ جنگ ہو

(۸)

زینبؑ مرا ضمیر دوراہے پہ ہے کھڑا　　منزل اُدھر سکوں کی اِدھر راہ ابتلا
اس کشمکش میں اب ہے تمہاری صلاح کیا　　سر کو اٹھا کے دخترِ زہراؑ نے یہ کہا
زینبؑ کے دل کی تھاہ امامِ زماں نہ لیں
میں آپ کی بہن ہوں میرا امتحاں نہ لیں

(۹)

میں گود میں پلی ہوں شہ قلعہ گیر کی　　ہوں حصہ دار خونِ جنابِ امیرؑ کی
طاقت ہے میرے دل میں بھی نانِ شعیر کی　　تاثیر میرے خوں میں ہے زہراؑ کے شیر کی
یہ چاہتی ہوں حق کا علم سرنگوں نہ ہو
بھائی کا خون ہو پہ صداقت کا خوں نہ ہو

(۱۰)

عورت ہوں مجھ کو گود کی دولت عزیز ہے　　بھائی کی جان ماں کی امانت عزیز ہے
لیکن میں کیا کروں کہ صداقت عزیز ہے　　کُنبے کی لاج دین کی عزت عزیز ہے
جُھکنے دے میری رائے جو حق کے نشان کو
روئے گا فرض عونؑ و محمدؑ کی جان کو

(۴)

سب نے کہا کہ عذر ہمیں کیا ہے اے امام　　حاضر غریب خانے ہیں وہاں کیجیے قیام
پر کربلا کی بیچ میں ہے خوف لا کلام　　آزار پاتے آئے ہیں یہاں آکے انبیا تمام
ابن ابو ترابؑ سے پیاری زمیں نہیں
پر یہ زمین لائقِ سلطانِ دیں نہیں

(۵)

پتھر یہ گر کے یہاں سے خلیلِ خدا گرا　　پاؤں پہ صدمہ سنگ کا آدمؑ اٹھا گیا
کشتی پہ نوحؑ کی یہاں طوفان آگیا　　پر سنتے ہیں کہ آپ کا بابا بچا گیا
شہ بولے سرنوشت میں کیا فرق ہوئیگا
اب یہاں جہازِ آلِ نبیؐ غرق ہوئیگا

(۶)

افضل زمینِ کعبہ سے ہے میری کربلا　　میں جانتا ہوں اس کا شرف یا مرا خدا
بننے تو دو مزارِ حسینؑ غریب کا　　پھر دیکھنا یہ خاک ہے یا نورِ کبریا
یوسفؑ نہ ہوگا پر یہاں بازار ہوئیگا
زوّار آئیں گے مرا دربار ہوئیگا

(۷)

دیکھو مرے محبّو کو تم چین دیجیو مہمان تین دن مرے زائر کو کیجیو
گر اُن سے کچھ قصور ہو بدلا نہ لیجیو پیاسوں کو میرے رو کے جب پانی پیجیو

پانی ابھی تو ملتا ہے زہرا کے جانی کو
پر ساتویں سے ترسیں گے سادات پانی کو

(۸)

دینار دے کے ساٹھ ہزار اُن سے یہ کہا میں نے تمہیں یہ بخشی زمیں تم کرو ہبا
شبیرؑ کے معاملے میں سب نے رو دیا لکھنے لگے قبالہ زمین دارِ کربلا

غُل پڑ گیا حسینؑ وطن کو نہ جائیں گے
لو مول لی زمیں یہیں بستی بسائیں گے

(۹)

مرقوم ہو رہا تھا قبالہ کہ ناگہاں خیمے سے اک زنِ عربیہ ہوئی عیاں
سرتا قدم نقاب میں سارا بدن نہاں پر اس پہ بھی حیا سے تڑپتے تھے استخواں

بیتاب ہو کے الفتِ اکبرؑ میں آئی تھی
راوی نے یہ لکھا ہے کہ زہراؑ کی جائی تھی

(۱۰)

آہستہ اپنے بھائی سے کچھ کان میں کہا   اور جلدی یوں پھری کہ نہ سایہ نظر پڑا
کُرسی سے یہاں تڑپ کے گرے شاہ کربلا   عباسؑ نے اُٹھا کے کہا ہائے کیا ہوا
کیا کہہ گئی نواسی جناب رسولؐ کی
مولا کہو قسم تمہیں روح بتولؑ کی

(۱۱)

بولے حسینؑ کہتی تھی مجھ سے وہ خوش کلام   بھیا قبالے میں مرے اکبرؑ کا ہووے نام
یعنی کہ اس کی ملک میں ہو یہ زمیں تمام   عباسؑ جاؤ کہدو کہ ناچار ہے امام
اٹھارہ سال کے یہ زمانے سے جائیں گے
اک قبر کی جگہ علی اکبرؑ بھی پائیں گے

(۱۲)

عباسؑ آئے خیمے میں کہنے کو یہ پیام   زینبؑ نے دیکھتے ہی انہیں یہ کیا کلام
کیوں بھائی بات پر مری راضی ہوئے امام   لکھا گیا قبالے میں اکبرؑ کا میرے نام
دولہا بناؤنگی میں دولہن بیاہ کے لاؤنگی
اکبرؑ کے نام کی یہاں بستی بساؤں گی

(۱۳)

عباسؑ روئے حسرتِ زینبؑ پہ زار زار — وہ صابرہ بھی رونے لگی ہو کے بیقرار
اور لیں بلائیں بھائی کی گھبرا کے کتنی بار — پوچھا میں صدقے جاؤں کہو کیا ہے روبکار
میں جانتی تھی خوشخبری لے کے آئے ہو
تم ہاتھ دل پہ رکھے ہو گردن جھکائے ہو

(۱۴)

شاید مرا سخن ہوا بھائی کو ناگوار — جیتے رہیں حسینؑ کے جتنے ہیں ورثہ دار
عابدؑ کے بھی ہیں صدقے ہوں اصغرؑ پہ بھی نثار — اکبرؑ کے پالنے سے زیادہ ہے چاؤ پیار
عابدؑ کے نام پر یہ سند کس کو شاق ہے
فضلِ خدا سے بھائیوں میں اتفاق ہے

(۱۵)

عباسؑ بولے اس کا تو وہاں ذکر بھی نہیں — ہر عرض ہے حضور کی مقبول شاہِ دیں
شہ نے ہبہ کی زائروں کو اپنے یہ زمین — پھر کیجیو سفارشِ اکبرؑ نہ تم کہیں
بھائی مرے کریم ہیں شرما کے روئیں گے
اکبرؑ اسی زمین کے پیوند ہوئیں گے

(۴)

اب راوی غم ناک نے اس طرح ہے لکھا　　اُس شخص کا تھا باپ عدوئے شہ والا
بیٹے سے بصد غیظ و غضب یوں ہوا گویا　　سنتا ہوں کہ تو آج علمدار بنا تھا
کردوں ترے ہاتھوں کو قلم اس کی سزا ہے
ظالم تو محبِ پسر شیرِ خدا ہے

(۵)

فریاد یہ زوجہ کی ذرا رحم نہ کھایا　　معصومۂ عالم کو بھی تربت میں رُلایا
شمشیر کا اک وار جو شانے پہ لگایا　　مچھلی سا تڑپتا وہ زمیں پر نظر آیا
افسوس کہ شانے سے جُدا ہوگئے بازو
سقائے سکینہؑ پہ فدا ہوگئے بازو

(۶)

زوجہ سے مخاطب ہوا پھر وہ ستم آرا　　کیوں فاطمہؑ کا نام زباں سے لیا بتلا
یہ کہہ کے زباں کو لب شمشیر سے کاٹا　　بولا کہ تو کر فاطمہؑ سے اب مرا شکوہ
مطلب ہے نہ زوجہ سے مجھے اب نہ پسر سے
لازم ہے نکل جائیں یہ دونوں مرے گھر سے

(۷)

تاریکیٔ شب میں وہ چلے گھر سے دل فگار　　وہ زخموں کی ایذا وہ سیاہیٔ شب تار
گر گر کے یہ کہتے تھے مصیبت کے گرفتار　　ہے وقتِ مدد آئیے یا حیدرِ کرار
یا فاطمہؑ اب لونڈی کی فریاد کو پہنچو
عباسِ علیؑ اب میری امداد کو پہنچو

(۸)

ہمدم تھا نہ مونس تھا نہ غم خوار نہ رہبر　　ان دونوں کا حامی تھا فقط خالقِ اکبر
القصہ قریب ایک عزا خانے کے جاکر　　یوں سو گئے جس طرح سے شیعوں کے مقدر
سوتے ہی عجب قدرتِ باری نظر آئی
اُس مومنہ کو ایک عماری نظر آئی

(۹)

یہ سمجھی کہ اب بختِ رسا خواب میں چمکا　　امداد کو آئی ہیں مری فاطمہؑ زہرؑا
کہ عرض اشاروں سے کہ طاقت نہیں اصلا　　حل کیجیے مشکل مری قرباں یہ دُکھیا
باقی نہ کہیں زخم نہ تکلیف ذرا تھی
آبِ دہنِ پاک کے ملتے ہی شفا تھی

(۱۰)

تب دست ادب جوڑ کے وہ بادلِ نالاں کہنے لگی سو جان سے لونڈی ہو یہ قرباں
اچھی ہوئی پر بیٹے کے غم سے ہوں پریشاں للّٰہ کرو اور بھی اس لونڈی پہ احساں
فرزند مرا دیکھئے بے دست پڑا ہے
فرمایا کہ عباسِ علی عقدہ کشا ہے

(۱۱)

فرما کے یہ آنکھوں سے نہاں ہو گئیں زہرا گھبرا کے اٹھی خواب سے وہ بیکس دُکھیا
نزدیکِ پسر آئی تو اعجاز یہ دیکھا گویا کہ کوئی ہاتھوں کو صدمہ نہیں پہنچا
کہتا ہے کہ اس عقدہ کشائی کے میں قرباں
مولا تری اعجاز نمائی کے میں قرباں

(۱۲)

بیٹے سے کہا ماں نے بصد گریہ و زاری بتلاؤ شفا کیسے ہوئی تم پہ میں واری
وہ بولا کہ اماں جو لگی آنکھ ہماری واللہ نظر آئی عجب قدرتِ باری
اک فخرِ مسیحا مری بالیں پہ کھڑے تھے
شانوں سے کٹے ہاتھ زمیں پر جو پڑے تھے

(۱۳)

میں نے کہا للّٰہ نقاب اب تو اُٹھاؤ　خالق کے لیے چہرہ پُر نور دکھاؤ
فرمایا کہ اس بات پہ تم ضد نہ دلاؤ　میں نے کہا بوسہ تو میں لوں ہاتھ بڑھاؤ
فرمایا کہ کیا حالتِ جانکاہ سناؤں
اے بھائی مرے ہاتھ نہیں کیا میں بڑھاؤں

(۱۴)

کیا کیا نہ ستم آہ کئے اہلِ جفا نے　پانی کے لیے نہر پہ کاٹے گئے شانے
مشکیزہ چھدا پانی بہا غش لگے آنے　گھوڑے سے کیا مجکو جُدا آہ قضا نے
ریتی پہ بہا خون جو سقائے حرم کا
ٹھنڈا ہوا دریا پہ علم شاہِ امم کا

(۱۵)

رو کے پکارا کہ نہ کیوں قلب حزیں ہو　معلوم ہوا بازوے شاہنشاہِ دیں ہو
صدقے مری جاں حضرتِ عباس تمہیں ہو　خادم کی مدد کرتے ہو وہ خواہ کہیں ہو
اب ذاکرِ محزوں کی خبر لیجئے آکر
یا حضرتِ عباس مدد کیجے آکر

(عترت ہلوری)

مرثیہ ۲۳

ہنگامِ عصر شاہ کو کیا اضطراب تھا　　بے چین غم سے جانِ رسالتمآب تھا
دل پہ ہجومِ رنج و قلق بے حساب تھا　　اور سوزشِ عطش سے کلیجہ کباب تھا
تنہائی تھی عزیز و اقارب نہ پاس تھے
بس مونسِ حسینؑ غم و درد و یاس تھے

(۲)

اک دوپہر میں لشکرِ سرور ہوا تمام　　تنہا ہزار حیف ہوئے شاہِ تشنہ کام
باقی کوئی نہ تھا کہ کرے نصرتِ امام　　رخصت کو آئے خیمے میں شاہنشہِ انام
اہلِ حرم کے دل پہ چھری غم کی چل گئی
روئی بہن لپٹ کے سکینہؑ مچل گئی

(۳)

کچھ سوچ کر حسینؑ کبھی روتے ہیں بار بار　　چلتا ہے دل پہ خنجرِ غم سب ہیں بیقرار
فرماتے ہیں یہ سرورِ عالم بہ حالِ زار　　رخصت میں دیر کیوں ہے بہن تم پہ میں نثار
نارِ سقر سے اُمتِ جد کو رہا کروں
میداں میں جا کے وعدۂ طفلی ادا کروں

(۴)

کہتے ہیں رو کے سیدِ ابرار الوداع   بھائی فدا ہو خواہرِ غمخوار الوداع
حافظ خدا ہے بانوئے ناچار الوداع   اے دخترِ امام خوش اطوار الوداع
محکم کمر بندھی ہے شہادت کے واسطے
آیا ہوں گھر میں آخری رخصت کے واسطے

(۵)

اہلِ حرم سے شہ نے کئے جبکہ یہ کلام   بے ہوش فرطِ غم سے ہوئی خواہرِ امام
قدموں سے بس لپٹ گئیں سیدانیاں تمام   اور شورِ الفراق سے ہلنے لگے خیام
بچی کوئی پڑی تھی قدم پر امام کے
گریاں تھیں کوئی دامنِ سرور کو تھام کے

(۶)

یوں تو گرا تھا قلب پہ ہر اک کے کوہِ غم   پر اضطراب بڑھتا تھا زینبؑ کا دم بدم
ہلتا تھا چرخ کہتی تھی جب وہ بہ چشمِ نم   ہلتا تھا چرخ کہتی تھی جب وہ بہ چشمِ نم
کس طرح صبر آئے نہ کیونکر بکا کروں
جاں دیئے جاتے ہو بھیا میں کیا کروں

(٧)

یہ داغ میں اُٹھاؤں گی کیونکر نہ جائیے ۔ واری بہن ہو خیمے کے باہر نہ جائیے
بے رحم ہے یہ شام کا لشکر نہ جائیے ۔ اے شہ سوارِ دوشِ پیمبر نہ جائیے
ممکن نہیں ہے صبر دلِ ناصبور سے
مر جاؤں گی جو کی گئی فرقت حضور سے

(٨)

فرمایا شاہ نے یہ عبث اضطرار ہے ۔ حامی ہر ایک حال میں بس کردگار ہے
انساں کو اپنی زیست کا کیا اعتبار ہے ۔ بہتر ہے جو مشیت پروردگار ہے
تم کو تو مدعا مرا توڑا نہ چاہیئے
دامانِ صبر ہاتھ سے چھوڑا نہ چاہیئے

(٩)

صابر کی تم بہن ہو کرو صبر اے بہن ۔ اب جی کے کیا کرے گا بھلا سرور زمن
اکبرؑ نہ باقی ہیں نہ ہیں عباسؑ صف شکن ۔ لوٹا خزاں نے حیدرِ کرارؑ کا چمن
خارِ الم ملا ہے محمدؐ کے لال سے
مُرجھا گیا دلِ گلِ زہراؑ ملال سے

(۱۰)

بانو کو پھر تسلی یہ دیتے ہیں بار بار   کیوں اسقدر ملال ہے اے میری غمگسار
مرضیٔ رب ہے ہو میرے ماتم میں اشکبار   تم کو سپرد حق کیا بانوئے دل فگار
سُن لو یہ آرزوئے امامِ غیور ہے
زینبؑ کی طرح صبر تمہیں بھی ضرور ہے

(۱۱)

حسرت سے پھر سکینہؑ کو تکتے ہیں بار بار   آغوش میں اٹھا کے اُسے کر رہے ہیں پیار
فرماتے ہیں بہن سے یہ پھر ہو کے بیقرار   اے زینبؑ حزیں مری بچّی سے ہوشیار
دم بھر ہے اور شاہ مدینہ زمانے میں
ہوتی ہے اب یتیم سکینہؑ زمانے میں

(۱۲)

رخصت حرم سے ہو کے چلے سرورِ انام   اب کون ہے کرے جو سواری کا انتظام
اکبرؑ ہیں باقی اور نہ عباسؑ نیک نام   حسرت سے ہاتھ شہ نے بڑھایا سوئے لجام
کس طرح بیکسی پہ شہ دیں کی کل پڑے
آنکھوں سے ذوالجناح کی آنسو نکل پڑے

(۱۳)

لختِ دلِ رسولؐ کا تھا قلب بیقرار لیکن کیا جو قصد کہ گھوڑے پہ ہوں سوار
ناگاہ بولی در سے یہ زینبؑ جگر فگار قربان جاؤں خیمے میں آجاؤ ایک بار
واری بہن ہو تم پہ ملاؤ نہ خاک میں
اک آرزو ہے میرے دلِ دردناک میں

(۱۴)

یہ سُن کے آئے گھر میں شہ دیں بچشم تر فرمایا کیا کہو گی بہن سوختہ جگر
زینبؑ پکاری پیٹ کے ہاتھوں سے اپنا سر اک آرزو ہے قلبِ حزیں میں مرے مگر
دل پر ہجوم غم ہے طبیعت نڈھال ہے
کیونکر کہوں کہ بے ادبی کا خیال ہے

(۱۵)

شہ نے سُنے جو پاس سے زینبؑ کے یہ سخن آنسو بہا کے کہنے لگے شاہِ بیوطن
جو آرزو ہو دل میں کہو جلد اے بہن وہ بولی کھولو تکمۂ پیراہن کہن
کھولا گریباں شہ نے جو دل اپنا تھام کے
بوسے لئے بہن نے گلوئے امام کے

(۱۶)

پوچھا سبب تو بنتِ علیؑ نے کیا بیاں یہ جائے پاک وہ ہے کہ سرورِ زماں
لیتے تھے بوسے اس کے رسولِؐ فلکِ نشاں پر اب یقین دل کو ہے اے شاہِ دوجہاں
آمادہ آج مرنے پہ زہراؑ کا لال ہے
اب اس گلے کی مجکو زیارت محال ہے

(۱۷)

مضطر کیا حسینؑ کو بس اس کلام نے فرمایا رو کے یوں شہ عالی مقام نے
شانے تم اپنے لاؤ ذرا میرے سامنے بازو بڑھائے آگے جو بنتِ امام نے
جُھک جُھک کے تب یہ رنج و محن چومنے لگے
شانے بہن کے شاہِ زمن چومنے لگے

(۱۸)

دیکھا یہ حال جب تو پکاری اسیرِ غم صدقے گئی بتاؤ سبب شاہِ باکرم
کہنے لگے یہ اشک بہا کر شہِ امم کیوں کر کہوں کہ شانوں کیا ہوئیں گے ستم
بعد از حسینؑ ہو گی قیامت جہان میں
بازو یہی بندھیں گے بہن ریسمان میں

(۴)

اے مومنو حدیث میں مضمون ہے یہ لکھا گھوڑے سے جب زمین پہ گرے شاہِ کربلا
کہتا ہے شمر ملتے تھے لب شہ کے برملا میں جھک گیا تو سنتا ہوں لب پر ہے یہ دعا

شکوہ نہیں جدا جو سرِ تشنہ کام ہو
یارب نجات امّتِ خیرالانام ہو

(۵)

پھر اس کے بعد شاہ نے دیکھا ادھر اُدھر کہنے لگا امام سے تب شمرِ بدگہر
اب تو نہیں حضور کا حامی کوئی بشر پھر کس کا انتظار ہے یا شاہِ بحر و بر

شہ بولے تشنہ لب کے لیے پانی لاتے ہیں
بیٹے کے پاس حیدرؑ کرار آتے ہیں

(۶)

بنتِ نبیؐ کو ساتھ ہیں حیدرؑ لیے ہوئے لاتے ہیں جام ساقیِ کوثر لیے ہوئے
بیٹھے گا تو جو سینے میں خنجر لیے ہوئے سر میرا ہوگی گود میں مادر لیے ہوئے

امّت کا ظلم مادرِ غمخوار دیکھ لیں
خنجر گلے پہ حیدرؑ کرار دیکھ لیں

۷

افسوس اِس بریں پہ بھی ظالم نہ کچھ ڈرا غصّے میں آستیں کو اُلٹ کر شقی بڑھا
اور سینۂ امام پہ خنجر بکف چڑھا اب کس زباں سے آہ کہوں جو ستم ہوا
دل فرطِ غم سے شیرِ الٰہی کا پھٹ گیا
زہرؑا کی گود میں سرِ شبیرؑ کٹ گیا

۸

فریاد یا رسولؐ کٹا سر حسینؑ کا کوئی رہا نہ حامی و یاور حسینؑ کا
سنسان ہو گیا وہ بھرا گھر حسینؑ کا پامال ہو چکا تنِ بے سر حسینؑ کا
اِس ظلم پر لعیں نے ستم یہ بڑا کیا
فرقِ امامِ دیں کو سناں پر چڑھا دیا

۹

غل تھا کہ لو جُدا سرِ شاہِ اُمم ہوا افسوس بوستانِ پیمبرؐ قلم ہوا
ایسا بھی آہ ظلم زمانے میں کم ہوا آلِ نبیؐ پہ اور یہ تازہ ستم ہوا
غل تھا ردائے اہلِ حرم آج لوٹ لو
اب خیمہ گاہِ صاحبِ معراج لوٹ لو

(۱۰)

گھس آئے خیمہ گاہ میں بدبخت و رُوسیاہ   فِضّہ کی گود میں تھی یتیمِ حسینؑ آہ
خولی لعیں تھا بیچ میں اور گرد تھی سپاہ   نیزے کی نوک پر تھا سرِ شہ دین پناہ
بولی سکینہؑ آئے میں اعدا ستانے کو
بابا کھڑے ہیں دیکھ لو میرے بچانے کو

(۱۱)

اُتری یہ کہہ کے بالی سکینہؑ بچشمِ تر   فِضّہ پکاری تم پہ میں واری چلیں کدھر
بولی کہ شاہ آئے ہیں تم کو نہیں خبر   وہ صحنِ خیمہ میں ہیں کھڑے شاہِ بحر و بر
الفت کمال ہے جو شہ مشرقین سے
ملنے کو جا رہی ہے سکینہؑ حسینؑ سے

(۱۲)

آئی قریب نیزۂ خولی بصد بُکا   دیکھا کہ آنکھیں بند ہیں اور منہ کھلا ہوا
فِضّہ کو مڑ کے تب یہ سکینہؑ نے دی صدا   ہے ہے شہید ہوگیا دلبندِ مرتضیٰؑ
سمجھی تھی میں کہ فاطمہؑ کے لال آئے ہیں
بدبخت نیزے پہ سرِ شبیرؑ لائے ہیں

(۱۳)

پھر زیرِ نیزہ رو کے پکاری وہ سوگوار بابا یہ حال کیا ہوا بیٹی ترے نثار
کس نے کئے یہ ظلم و ستم آہ آشکار کس نے قلم کیا سرِ سلطانِ نامدار
کس نے کیا شہید امامِ مدینہ کو
کس نے کیا یتیم جہاں میں سکینہ کو

(۱۴)

بابا سلام لیجئے بیٹی کا میں نثار حضرت کے بعد ظلم ہوئے مجھ پہ بے شمار
بابا اسیر ہو گئے سجادؑ دل فگار سر سے ردا اُتر گئی اماں ہیں بیقرار
مُنہ آنسوؤں سے مادرِ دلگیر دھوتی ہے!
بالوں سے منہ چھپائے پھوپھی جان روتی ہے

(۱۵)

یہ کہہ رہی تھی بنتِ شہنشاہِ بحر و بر ناگاہ آیا غیظ میں شمرِ لعیں اِدھر
اس طیش کی نگاہ جو ڈالی سکینہؑ پر گھبرا کے بولی بچّی بچاؤ مجھے پدر
ہے ہے دل یتیم کو ظالم دکھاتا ہے
بن باپ کی سمجھ کے یہ بدخُو ڈراتا ہے

(۱۶)

بابا کے سر کے سامنے وہ پیٹتی تھی سر　غصّے میں اس طرف سے بڑھا شمرِ بد شیر
کھینچا لعین نے کان سے بچّی کے یوں گُہر　کُرتا تمام ہو گیا ہے ہے لہو میں تر
صدمہ ہوا جو اس کے دلِ دردناک پہ
بس یا حسینؑ کہہ کے گری فرشِ خاک پہ

(عترت ہلوری)

مرثیہ ۲۶

یارب کسی کا باغِ تمنا خزاں نہ ہو　دُنیا میں بے چراغ کوئی خانماں نہ ہو
ماں باپ سے جُدا پسرِ نوجواں نہ ہو　چُھٹ جائیں سب نہ فرقتِ آرامِ جاں نہ ہو
گر لا علاج ہے تو کلیجے کا داغ ہے
بدتر وہ قبر سے ہے جو گھر بے چراغ ہے

(۲)

دشمن کو بھی جہاں میں فراقِ پسر نہ ہو　ویراں کسی غریب کا آباد گھر نہ ہو
ہوں سب طرح کے درد پہ دردِ جگر نہ ہو　یارب کسی کو صدمۂ نورِ نظر نہ ہو
مٹی ہے سلطنت جو ملے کائنات کی
بیٹا نہ ہو تو خاک ہے لذت حیات کی

(۳)

زانو پہ مر گیا جو برابر کا نورِ عین غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جھک گئے حسینؑ
جب ہو جگر پہ زخم تو کیا آئے دل کو چین اللہ رے غم کہ پیر ہوئے شاہِ مشرقین
پھر تو نہ کوئی آس نہ کوئی اُمید تھی
چہرہ تھا زرد ریشِ مبارک سفید تھی

(۴)

فرماتے تھے کہ لے خبر اب جلد اے اجل اے دم خدا کے واسطے اب جسم سے نکل
ساعت ہے ایک سال مہینہ ہے ایک پل اے تیغ شمر اب کہیں جلدی گلے پہ چل
موت اس کی زندگی ہے جسے سب سے یاس ہو
بابا کی قبر بھی علی اکبر کے پاس ہو

(۵)

فرما کے یہ پھرے جو شہنشاہِ تشنہ لب دیکھا کہ در پہ رو رہے ہیں اہلِ بیت سب
حضرت پکارے اے حرمِ سیّدِ عرب اکبر بھی مر چکے کوئی باقی نہیں ہے اب
بھائی کو رو چکے انہیں اب رو کے آئے ہیں
بانو تمہارے لال کو ہم کھو کے آئے ہیں

(۶)

بے جاں ہوا جوان پسر وامصیبتا   خالی ہوا حسینؑ کا گھر وامصیبتا
توڑا پسر نے بندِ کمر وامصیبتا   بیکس ہوا غریب پدر وامصیبتا
وہاں خنجروں کو سانؑ اعدا چڑھاتے ہیں
لو الوداع مرنے کو اب ہم بھی جاتے ہیں

(۷)

جس دم سُنا امامِ دوعالم سے یہ کلام   ثابت ہوا ہر اک پہ کہ مرنے چلے امام
اکبرؑ کا غم بھی بھول گئیں بیبیاں تمام   ڈیوڑھی کے پاس گر پڑی بانوئے نیک نام
بھائی کا حال دیکھ کے دل کو نہ کل پڑی
پردہ اُلٹ کے دخترِ زہرؑا نکل پڑی

(۸)

قدموں پہ رکھ کے سر کو یہ بولی وہ سوگوار   خیمے میں چلئے اے شہِ والا بہن نثار
روتے ہوئے جو آئے شہنشاہِ نامدار   لپٹی پدر سے آکے سکینہؑ جگر فگار
الفت پہ اس کی ٹکڑے کلیجے کے ہوتے ہیں
سب بیبیاں بھی روتی ہیں حضرتؑ بھی روتے ہیں

(۹)

شہ کہتے تھے کہ کم کرو الفت سکینہ جاں　　ہم ہیں تمہارے پاس کوئی دم کے مہماں
سینے پہ منہ کو رکھ کے زرو و بصد فغاں　　اب ہو گا کوئی آن میں نذرِ عدوئے شمر یہاں
مسدود کر دو ان کو جو الفت کے باب ہیں
بی بی ہم اب مسافر پا در رکاب ہیں

(۱۰)

کیوں میری منہ کو دیکھ کے روتی ہو بار بار　　مرضی میں کبریا کی مرا کیا ہے اختیار
دنیا سے اٹھ گئے ہیں یونہی سب بزرگوار　　کرتا ہے رحم و لطف یتیموں پہ کردگار
اس قافلے میں خلق کا حاجت روا تو ہے
اچھا جو کوئی سر پہ نہ ہوگا خدا تو ہے

(۱۱)

یہ کہہ کے روئے حضرت زینبؑ پہ کی نظر　　دیکھا بھرا ہے ماتھے میں خوں اور پھٹا ہے سر
آنسو بہا کے کہنے لگے شاہ بحر و بر　　زینبؑ تمہارے غم سے ہے ٹکڑے مرا جگر
پیٹو نہ سر خدا و پیمبرؐ کے واسطے
کیا اپنی جان دو گی برادر کے واسطے

(۱۲)

آنکھوں کے سامنے ہوا اماں کا انتقال دنیا سے تیغ کھا کے گئے شیر ذوالجلال
بھائی حسنؑ کے مرنے کا کچھ کم نہ تھا ملال ان آفتوں میں یہ نہ ہوا تھا تمہارا حال
سر خاک پہ پٹک کے بلکتی ہو روتی ہو
میں ایسا کیا ہوں جس کے لیے جان کھوتی ہو

(۱۳)

مرنا پھر ایک دن ہے جو ہو سو برس حیات فانی ہیں سب اگر ہے تو باقی اسی کی ذات
ہوتا جو زندگی کے لیے خلق میں ثبات اُٹھتے کبھی جہاں سے نہ سرورِ کائنات
ہر چند آج مالک رُوئے زمیں ہوں میں
سوچو تمہیں کہ ان سے تو بہتر نہیں ہوں میں

(۱۴)

افضل کہیں تھے مجھ سے مرے مادر و پدر اب والدہ کہاں ہیں کہاں شاہِ بحر و بر
بیٹوں سے باپ چھوٹ گئے باپ سے پسر ان کی ہمیں خبر نہ ہماری انہیں خبر
پیارے تھے سب یہ ساتھ کسی کو نہ لے گئے
جس دم طلب ہوئے تو اکیلے چلے گئے

(۱۵)

افضل نہ تھا جہاں میں کوئی بوتراب سے — مریخ کانپ جاتا تھا جن کے عتاب سے
کسی سے وہ صبر ہو جو ہوا اُس جناب سے — مسجد میں خود جگا دیا قاتل کو خواب سے
ہر چند جانتے تھے کہ تیغ اس کے پاس ہے
فرمایا چل نماز کو کیوں بے حواس ہے

(۱۶)

ورثہ میں تم نے پایا ہے وہ صابروں کا صبر — تڑپو نہ مثلِ برق نہ روؤ مثالِ ابر
شاکر رہو ہزار ستم ہوں ہزار پر — آخر ہے سب کے واسطے آزارِ مرگ و قبر
یہاں سینکڑوں بنی ہوئیں شکلیں بگڑ گئیں
بہنوں سے بھائی بھائی سے بہنیں بچھڑ گئیں

(۱۷)

ہوتا اگر نہ قتل تو آتی نہ کیا اجل — گر آج بچ گئے تو یہی مرحلہ ہے کل
رہنے کی ہے نہ جا نہ ٹھہرنے کا ہے محل — دنیا میں صبر سے نہیں بہتر کوئی عمل
آتا نہیں وہ پھر کے کبھی جو جُدا ہوا
روئے پدر کے واسطے برسوں تو کیا ہوا

(۱۸)

زینبؑ نے عرض کی کہ بجا ہے یہ سب کلام پر کیونکر اپنے دل کو میں سمجھاؤں یا امام
انصاف کیجئے یہ ٹکا کا نہیں مقام کس گھر پہ ایک دن میں ہوا ہے یہ قتل عام
چشموں سے جوئے اشک نہ کیونکر رواں رہے
بچے رہے نہ پیر رہے نے جواں رہے

(۱۹)

بابا نے ماں نے بھائی نے ہنگام اقتضا حضرت سے یہ کہا تھا کہ زینبؑ سے ہوشیار
شبیرؑ ہے تمہارے حوالے یہ سوگوار اب مجھ کو سونپتے ہیں کسے شاہِ نامدار
اماں جو کہہ گئی ہیں اُسے یاد کیجئے
کچھ تو بہن کے باب میں ارشاد کیجئے

(۲۰)

بیٹھوں کہاں جو فوج ستم لوٹنے کو آئے اتنا تو یہ کوئی کہ یہ کہنہ ردا بچائے
اُلٹے مرے نصیب بڑھاپے میں ہائے ہائے اماں کو آج ڈھونڈ کے زینبؑ کہاں سے لائے
چادر اڑھائے کون جو عریاں سر پھروں
قسمت میں یہ لکھا ہے کریں در بدر پھروں

(۲۱)

شہ نے کہا تمہیں نہیں لازم یہ اضطرار　　راہِ خدا میں ہے یہ اسیری بھی افتخار
گر قید ہوگئیں تو چھڑائے گا کردگار　　ہے ذات اس کی راحم و ستار پردہ دار
سمجھو مرے سخن کو بہن باتمیز ہو
میں اُس کو سونپتا ہوں کہ جس کی کنیز ہو

(۲۲)

لو الوداع جا کے پھر اب ہم نہ آئیں گے　　اس تین دن بھوک میں تلواریں کھائیں گے
سر دے کے عاصیوں کے گناہ بخشوائیں گے　　اب بعدِ عصر نانا کی خدمت میں جائیں گے
ہوشیار ان سے رہیو کہ نازوں کے پالے ہیں
زینبؑ یہ سب یتیم تمہارے حوالے ہیں

(۲۳)

شب کو جو مجھ کو ڈھونڈ کے روئے سکینہؑ جان　　زینبؑ خدا کے واسطے رکھیو تم اس کا دھیان
لو بیبیو کریم تمہارا نگہبان　　لو شہربانوؑ ہوتا ہے رخصت یہ مہمان
کبرا کدھر ہے دلبرِ زہراؑ کو دیکھ لے
سجادؑ کو جگا دو کہ بابا کو دیکھ لے

(۲۴)

یہ کہہ کے خود چلے تھے شہنشاہِ بحر و بر دیکھا کہ آپ آتے ہیں سجادؑ نوحہ گر
دو بیبیاں سنبھالے ہیں بازو ادھر اُدھر ہے دست مرتعش میں عصا اور خمیدہ کا ہے سر
چہرے سے ہے عیاں کہ سراپا میں درد ہے
مانندِ زعفران رخِ پُر نور زرد ہے

(۲۵)

کہنے لگے یہ بڑھ کے امام فلک اساس کیوں آئے تم کہ آتے تھے ہم خود تمہارے پاس
کیا حال اب مزاج کا ہے اے خدا شناس تو دیکھ خبر ہیں صبح سے ہے یہ ہجوم یاس
ہم سا بھی کوئی ہوگا نہ بیکس زمانے میں
آیا ہے وقتِ ظہر کا لاشے اُٹھانے میں

(۲۶)

جس دم سُنا حسینؑ سے یہ درد کا بیاں رو کر قدم پہ گر پڑے سجادؑ ناتواں
بغلوں میں ہاتھ دے کے یہ بولے شہِ زماں بس بس غش آنہ جائے کہیں اے پدر کی جاں
اس تپ میں بیڑیوں کی مصیبت اُٹھانی ہے
بیٹا ابھی بہت تمہیں آفت اُٹھانی ہے

(۲۷)

بستر پہ جا کے لیٹ رہو اور کوئی دم   مہلت نہ دیں گے پھر تمہیں یہ بانیٔ ستم
بولا یہ ہاتھ جوڑ کے تب وہ اسیرِ غم   چھوڑوں گا میں نہ قبلۂ کونین کے قدم
بیٹا نہ ایسے وقت میں بابا کے ساتھ ہو
بیمار چاہیئے کہ مسیحا کے ساتھ ہو

(۲۸)

قابل نہیں ہے تیغ کے گو دست رعشہ دار   کھائے گا نیزے آپ کے بدلے یہ جاں نثار
کچھ غم نہیں جو تپ سے دبکتا ہے جسم زار   لڑنے کو جب چڑھے تو اُتر جائے گا بخار
لڑنا ہے سہل قید میں جایا نہ جائے گا
خادم سے بارِ طوق اُٹھایا نہ جائے گا

(۲۹)

شہ نے کہا کہ اس میں نہیں جائے دم زدن   بیٹا یہی ہے مصلحتِ ربِ ذوالمنن
کیجو زباں سے تم نہ شکایت کے کچھ سخن   نقصان کیا ہے طوق ہو گر دن میں یا رسن
ہے اختیار خالقِ عادل کے واسطے
ظلمت گہن کی ہے مہ کامل کے واسطے

(۴۰)

اب تو تمہیں ہو وارثِ ذُریتِ پدر — محرم کوئی تو ہو جو کُھلیں بیبیوں کے سر
بے جاں ہوئے تو کون سنبھالے گا میرا گھر — قائم رہے گی تم سے مری نسل اے پسر
ناموسِ مصطفیٰؐ کے مدار المہام ہو
تم میرے بعد سارے جہاں کے امام ہو

(۴۱)

بولے یہ ہاتھ جوڑ کے سجادؑ تشنہ کام — جو مصلحت کریم کی جو مرضیِ امام
اچھا اسیر ہونے کو حاضر ہے یہ غلام — پیدل خدا کی راہ میں جاؤں گا تا بہ شام
جب تک کہ بیڑیوں میں اسیرِ ستم رہوں
حضرت دُعا کریں کہ میں ثابت قدم رہوں

(۴۲)

فرمایا شاہ نے کہ خدا حافظ اے پسر — فرصت ملے تو آئیو بابا کی لاش پر
لیجو بہن کو گود میں لٹنے لگے جو گھر — اپنی عبا اڑھائیو ماں کا کُھلے جو سر
لینا خبر رسن میں اگر ان کا ہاتھ ہو
زینبؑ تمہارے ساتھ ہیں ہم تم ان کے ساتھ ہو

(میر انیس)

سلام

نتیجۂ فکر : عزیز القدر سیّد کوثر حسین پانی پتی

قدسی کھڑے ہیں تاج شہادت لئے ہوئے — کون آرہا ہے زادِ عزیمت لئے ہوئے

وہ رات العطش کی قیامت لئے ہوئے — وہ صبح جام ہائے شہادت لئے ہوئے

کس کے گلے پہ تیغ چلی کس کا خوں بہا — طشتِ شفق ہے کس کی امانت لیے ہوئے

کچھ کہہ رہی ہیں دوشِ پیمبر کی رفعتیں — نوکِ سناں پہ کہف کی صورت لیے ہوئے

سیلِ فنا کے سامنے شبیّر کا ثبات — اک معجزہ ہے ختمِ نبوت لیے ہوئے

تڑپا کئے اسیر شہیدوں کی یاد میں — آیا نہ کوئی چاند سی صورت لیے ہوئے

اللہ رے فیضِ عام شفیعِ کریم کا! — کوثر بھی ہے امیدِ شفاعت لیے ہوئے

جب حق نے ان کو بابِ حوائج بنا دیا — اب کوئی آئے در پہ ضرورت لیے ہوئے

ہر آن حق ہے شانِ صداقت لئے ہوئے

بیٹھا رہے جہان حکومت لیے ہوئے

تمت بالخیر

ندائے ماتم : مرتبہ : ماسٹر سید شریف حسین حیدر پانی پتی
قدیم اور جدید طرز کے ماتمی نوحے —— ۴/۵۰

جلوسِ ماتم : از سید ناصر علی ناصر شیخوپورہ
پنجابی و اُردو نوحہ جات کا مجموعہ —— ۴/۵۰

مقبول نوحہ جات : قدیم اُردو نوحہ جات کا مجموعہ —— ۳/=

خزینۂ نوحہ جات : قدیم اُردو نوحہ جات —— ۳/=

ماتمی نوحہ جات : قدیم اُردو نوحہ جات —— ۳/=

کتابِ کربلا : جدید پنجابی نوحہ جات —— ۴/۵۰

دیوانِ کربلا : جدید پنجابی نوحہ جات —— ۴/۵۰

فاطمہؑ کا لال : جدید پنجابی نوحہ جات —— ۵/=

ملنے کا پتہ

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ لاہور ۲